سیرت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

2 نبوّت سے ہجرت تک

یکے از مطبوعات

شعبہ اشاعت لجنہ اماءِ اللہ ضلع بسلسلہ صد سالہ جشنِ تشکر

سیرت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نبوّت سے ہجرت تک

مصنفہ

بشریٰ داؤد

یکے از مطبوعات

شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی بسلسلہ صد سالہ جشن تشکر

پیش لفظ

بفضلہٖ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ ضلع کراچی کو جشنِ تشکر کے سلسلے میں ترپنویں (۵۳) پیش کش قارئین کی خدمت میں پہنچانے کی توفیق مل رہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ علیٰ ذالک۔

یہ کتاب "نبوت سے ہجرت تک" عزیزہ نور جہاں بشریٰ داؤد (مرحومہ) سیکرٹری اصلاح وارشاد نے لکھی تھی جو اُن کی زندگی میں طبع نہ ہو سکی۔ اللہ پاک بعد از وفات شائع ہونے والی اس کتاب کو مرحومہ کے لئے صدقہ جاریہ بنا کر اُس کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

عزیزہ بشریٰ مرحومہ کا عشقِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے مختلف انداز میں سیرۃ نبوی بیان کرنے پر اُکساتا رہتا تھا۔ بچوں کے لئے ماں بچے کی گفتگو کی صورت میں نہایت سہل، احسن اور دلنشین انداز میں سیرۃ نبوی تین ادوار میں مرتب کر رہی تھیں جن میں سے پہلا حصّہ "ولادت سے نبوت تک" طبع ہو چکا ہے۔ دوسرا حصّہ "نبوت سے ہجرت تک" اب پیشِ خدمت ہے۔ پہلے حصّہ کا اختتام اس طرح ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل کے ذریعے وحی نازل ہوئی اِقْرَاْ ..... آپؐ کچھ گھبرائے ہوئے گھر تشریف لاتے ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں زملونی زملونی۔ مجھے چادر اُڑھاؤ..... یہ صورت حال بچے میں تجسّس پیدا کرتی ہے۔ اس سے آگے تفصیل دوسرے حصّے میں موجود ہے جس کا مطالعہ خصوصی طور پر دعوت الی اللہ کے

لئے زندہ جذبہ پیدا کرتا ہے۔

خدا کرے ان کُتب کے مطالعہ سے اپنے پیارے آقا کی اُس سیرت کو اپنانے کی توفیق ملے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ وہ ہر خلق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ اور آپ کی اتباع میں ہمارے وجود بزبانِ حال پکارنے لگیں۔

محمدؐ پر ہماری جاں فدا ہے
کہ وہ کوئے صنم کا رہنما ہے

آخر میں عزیزہ امۃ الباری ناصر سیکرٹری اشاعت کے لئے درخواستِ دُعا کرتی ہوں جن کے جذبۂ خدمت دین، علم دوستی، انتھک محنت اور لگن کے نتیجے میں کتب اشاعت کے مشکل مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اور اُن کے معاونین و معاونات کو اجر عظیم سے نوازتا رہے۔ ہر آن اُن کا حامی و ناصر ہو۔ آمین اللّٰھم آمین

خاکسار

امۃ الحفیظ محمود بھٹی

(قائم مقام) صدر لجنہ کراچی

ماں ۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت نیک ہیں ۔ سچے ہیں ۔ رحم دل ہیں ۔ مہمان نواز ہیں ۔ حقدار کو حق دلواتے ہیں ۔ ہر دُکھی کی خدمت کرنے والے ہیں ۔ اس لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف نہیں ہونے دے گا تاہم مزید تسلی کے لئے آپؐ کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو شرک کو چھوڑ کر عیسائی ہو چکے تھے ۔ توریت اور زبور کے عالم تھے ۔ کافی بوڑھے ہو چکے تھے آنکھوں سے نظر بھی نہیں آتا تھا ۔

بچّہ ۔ ورقہ بن نوفل نے ساری باتیں سُن کر کیا کہا ؟

ماں ۔ ورقہ بن نوفل تجربہ کار اور سمجھدار تھے فوراً پہچان گئے اور کہا کہ آپؐ کے پاس وہی فرشتہ آیا ہے جو حضرت موسیٰؑ پر وحی لاتا تھا ۔ کاش میں اُس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے نکال دے گی ۔

بچّہ ۔ پیارے آقا کس قدر حیران ہوئے ہوں گے ۔

ماں ۔ جی ہاں ۔ آپؐ نے فرمایا کیا میری قوم مجھے وطن سے نکال دے گی ۔ میں تو قوم کا ہمدرد ہوں ۔ وہ مجھ سے پیار کرتے ہیں ۔ مجھ سے مشورہ لیتے ہیں اپنی امانتیں میرے پاس رکھواتے ہیں ۔ وہ مجھے کیوں نکالیں گے ۔ ورقہ بن نوفل

نے کہا کہ کوئی ایسا رسول اس دُنیا میں نہیں آیا جس کے ساتھ اس کی قوم نے بُرا سلوک نہ کیا ہو۔ اگر میں اُس وقت تک زندہ رہا تو آپ کی مدد کروں گا۔ مگر وہ کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گئے۔

بچہ ۔ کیا حضرت جبرائیل مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے رہے۔

ماں ۔ پہلی وحی کے بعد تقریباً چالیس دن تک حضرت جبرائیل نہیں آئے۔ اس وقت کو فترۃ وحی کہتے ہیں۔ یعنی وحی میں کچھ وقفہ ہو گیا۔ آپؐ بہت بے چین ہوئے۔ پہلے سے بڑھ کر عاجزی سے خدا تعالیٰ کے حضور دُعائیں کرتے۔ بعض دفعہ تو بے قراری بہت بڑھ جاتی ایسے میں فرشتے کی آواز آتی۔ محمدؐ تم ہی اللہ کے رسول ہو اس سے کچھ سکون ہو جاتا۔

بچہ ۔ پہلے تو فرشتے کے آنے سے ڈرے تھے اب بے قرار تھے۔

ماں ۔ ڈر تو بہت بڑی ذمہ داری کا تھا اور بے قراری اللہ کی ذات سے ملنے کی تھی۔ ایک دن اسی سوچ میں آپ غارِ حرا سے گھر کی طرف تشریف لا رہے تھے کہ ایسے لگا جیسے کسی نے آپ کو پکارا ہو۔ آپؐ نے ہر طرف دیکھا کوئی نظر نہ آیا۔ پھر آپؐ کی نظر اوپر اُٹھی تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ زمین آسمان کے درمیان ایک بہت خوبصورت کرسی پر وہی فرشتہ حضرت جبرائیل بیٹھے ہیں جن کو غارِ حرا میں دیکھا تھا۔

بچہ ۔ اس دفعہ تو آپؐ ڈرے نہیں ہوں گے۔

ماں ۔ ڈرے تو نہیں البتہ کچھ گھبراہٹ ضرور محسوس کی۔ جلدی جلدی گھر لوٹے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا دَثِّرُوْنِیْ دَثِّرُوْنِیْ مجھے کپڑا اُڑھاؤ، مجھے کپڑا اُڑھاؤ۔

آپ لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے کپڑا اڑھا دیا آپ کو ایک بارعب آواز آئی۔ یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ ۝

یعنی اے چادر میں لپٹے ہوئے انسان اُٹھ۔ لوگوں کو خدا کے نام پر بیدار کر اپنے رب کی بڑائی کے گیت گا۔ اپنے نفس اور ماحول کو پاک وصاف کر ہر قسم کے شرک سے پرہیز کر۔

بچہ ۔ اب تو پیارے آقا کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پھیلانے کا حکم مل گیا۔

ماں ۔ جی ہاں۔ آپؐ کو یقین ہو گیا کہ یہ قادر و توانا خدا ہے جو حضرت جبرائیل کے ذریعے پیغام بھیجتا ہے۔ آپ نے بڑی رازداری اور خاموشی سے ملنے جلنے والوں کو شرک سے پرہیز کرنے کی تعلیم دینی شروع کر دی۔ آپؐ بتلاتے کہ اللہ ایک ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اُس نے پیدا کی ہے۔ صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ اُس نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ اپنے خدا کو پہچانے اور اس کے احکام اور مرضی کے مطابق زندگی بسر کرے۔ بندوں کو سیدھا راستہ دکھلانے کے لئے وہ اپنے نبی بھیجتا رہا ہے اب اُس نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے۔ میرے پاس اُس کا فرشتہ پیغام لے کر آتا ہے۔

بچہ ۔ پہلے پہلے کس نے یہ سب باتیں مانیں یعنی کون کون اسلام لایا۔

ماں ۔ سب سے پہلے مسلمان تو ہمارے پیارے آقا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر عورتوں میں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپؐ کی باتوں کو درست مانا۔ بچوں میں سے دس سالہ بچے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جو آپؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ یہ سب گھر کے افراد تھے۔

بچہ ۔ دوستوں میں سے عبداللہ بن ابی قحافہ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ یہ ہم نے پڑھا تھا۔ نہ کوئی دلیل مانگی نہ بحث کی۔ صرف اتنا سُنا کہ آپؐ نے کوئی دعویٰ کیا ہے۔ جانتے تھے کہ آپؐ صادق ہیں لہٰذا فوراً ایمان لے آئے۔

ماں ۔ آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ یہی ایمان کا سب سے اونچا درجہ ہوتا ہے۔ آپ کو علم ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدّیق کہلائے جس کا مطلب ہے سچّے کو سچ کو ماننے والے۔ نیکی کی بات نیک طبیعت کے لوگوں پر اثر کرتی ہے۔ پانچ تو یہ تھے اور پانچ قریبی دوست تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفّان، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ یہ وہ خوش قسمت دس اصحاب ہیں جن کو زندگی میں ہی جنّت کی خوشخبری دی گئی۔ ابتدائی مسلمانوں میں حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت عثمانؓ بن مظعون اور حضرت ارقمؓ بن ارقم بھی شامل ہیں۔ آہستہ آہستہ دینِ اسلام پھیلنے لگا۔

بچہ ۔ اسلام کی دعوت امیروں نے زیادہ قبول کی یا غریبوں نے۔

ماں ۔ زیادہ تر غلام، غریب، ملازم پیشہ، مزدور، بکریاں چرانے والے شامل ہوئے مثلاً حضرت عبداللہؓ بن مسعود قریش کے ایک سردار عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چراتے تھے، حضرت بلالؓ بن رباح جو پہلے مؤذنِ اسلام ہوئے

اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت خباب رضؓ بن الارت آزاد شدہ غلام تھے
مکہ میں لوہار کا کام کرتے تھے۔ حضرت صہیب رضؓ بن سنان بھی آزاد شدہ
غلام تھے۔

بچہ ۔ کوئی پورا خاندان بھی مسلمان ہوا تھا۔

ماں ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا گھ
اور حضرت یاسر رضؓ کی بیگم حضرت سمیعہ رضؓ اور ان کا بیٹا عمار رضؓ اسلام لائے۔ ا
طرح حضرت سعید رضؓ بن زید اور اُن کی بیگم فاطمہ رضؓ بنت خطاب ایمان لائیں
بعض عورتوں کو اپنے گھر کے مردوں سے پہلے ایمان لانے کی توفیق ملی ہما
پیارے آقا کی چچی حضرت اُمّ فضل رضؓ اپنے شوہر حضرت عباس رضؓ سے پ
ایمان لائیں۔ بعض غلام عورتیں حضرت زنیرہ رضؓ اور حضرت سمیعہ رضؓ جو ابوجہل
لونڈیاں تھیں اور حضرت لبینہ رضؓ جو حضرت عمر رضؓ کی لونڈی تھیں تنہا ایم
لائیں۔ یہ تعداد اسلام کے پہلے تین چار سال کی ہے۔

بچہ ۔ اسلام میں شامل ہونے کا کیا طریق تھا۔

ماں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں سے دستی بیعت لیتے تھے۔ یعنی بیعت کر
والے مرد ہاتھ بڑھاتے تھے آپؐ ان کے ہاتھ پر اپنا دستِ مبارک ر
اور عہد لیتے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَ
رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اس کے بعد، چوری، زنا، قتل اور جھوٹ سے پرہیز
کرنے کا عہد لیتے۔ بعد میں جب جہاد کا حکم ہوا تو مردوں سے جہاد کا
عہد لیتے۔ جبکہ عورتوں سے جہاد کا عہد نہ لیتے اور عورتوں کی بیعت

نہیں ہوتی تھی۔ وہ زبانی دہراتی رہتیں۔

بچہ۔ اُس وقت کی نماز کیسی تھی ؟

ل۔ ابھی پانچ وقت کی نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ حضرت جبرائیل نے وضو اور نماز کا طریق سکھا دیا تھا۔ مسلمان اپنے گھروں میں یا کبھی مکہ کے پاس گھاٹیوں میں دو دو چار چار مل کر جب موقع ملتا نماز پڑھ لیتے۔ ایک دفعہ آپؐ اور حضرت علیؓ مکہ کی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابو طالب آ گئے۔ اس عجیب و غریب عبادت کو دیکھ کر پسندیدگی اور حیرت سے پوچھا "بیٹا یہ کیا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ہے۔"

آپؐ نے فرمایا "چچا! یہ دینِ الٰہی اور دینِ ابراہیمؑ ہے۔"

ابو طالب خود تو اپنے باپ دادا کے دین کو نہ چھوڑ سکے مگر اپنے بیٹے علیؓ سے کہا تم ضرور محمدؐ کا ساتھ دینا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں نیکی کی طرف بلائے گا۔

بچہ۔ پیارے آقاؐ نے کب تک چھپ کر تبلیغ کی۔

ل۔ تین سال سے زیادہ عرصہ اسی طرح گذرا۔ چوتھے سال کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (حجر: ۹۵) یعنی جو حکم دیا گیا ہے اُسے کھول کھول کر لوگوں کو سناؤ۔ کچھ ہی عرصہ بعد یہ آیت نازل ہوئی فَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (الشعراء: ۲۱۵) یعنی اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی ہوشیار کرو اور جگاؤ۔

(بخاری خفہ اسلام ابی ذر، سیرۃ خاتم النبیین حصہ اوّل صؐ ۱۶۷)

یہ حکم ملنا تھا کہ آپؐ سوچنے لگے اس پر کیسے عمل کروں۔ آپؐ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور قریش کے ہر قبیلہ کا نام لے کر بُلایا۔ سب لوگ جمع ہو گئے تو آپؐ نے اونچی آواز میں فرمایا:۔

"اے لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر ہے جو تم پر حملہ کرنے کو تیار ہے تو کیا تم میری اس بات پر یقین کر لو گے۔"

سب نے کہا "ہاں ہم یقین کر لیں گے کیونکہ تم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔"

بچہ ۔ یہ تو بہت اچھا ہوا سب نے مان لیا کہ آپؐ سچے ہیں جو کہیں گے سچ کہیں گے۔

ماں ۔ مگر جب آپؐ نے اُنھیں بتایا کہ "اللہ ایک ہے اُس کو مانو۔ اللہ کا عذاب تمہارے قریب آچکا ہے تم اُس پاک ذات پر ایمان لاؤ جو تمہارا رب ہے تاکہ اس عذاب سے محفوظ رہ سکو" یہ بات سُن کر وہی لوگ جو تھوڑی دیر پہلے کہہ رہے تھے کہ آپؐ سچے ہیں ہنسنے اور مذاق کرنے لگے حتیٰ کہ ابولہب نے کہا (جو آپؐ کے چچا بھی تھے اور ائمۃ الکفر بھی)۔ بس اتنی سی بات کے لئے ہمیں جمع کیا تھا۔

پیارے بچے! تم دل چھوٹا نہ کرو آج تک جتنے بھی نبی آئے ہیں سب کے ساتھ اُن کی قوموں نے یہی سلوک کیا ہے۔ پھر وہی بچتے ہیں جو خدائے واحد کو مان لیں نافرمانوں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

بچہ ۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا حکم ماننے کی کوئی اور ترکیب سوچی ہو گی۔

ماں ۔ جی آپؐ نے سوچا کھانے کی دعوت کریں اور پھر اللہ تعالیٰ کا پیغام دیں چنانچہ

آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ددھیالی رشتہ داروں کی دعوت کا انتظام کرو۔ اس دعوت میں چالیس کے قریب مہمان آئے مگر ہوا یہی کہ جب کھانے کے بعد آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دینا چاہا تو ابولہب نے پھر ایسی باتیں کیں کہ سب لوگ چلے گئے۔ مگر آپ نے ہمت نہیں ہاری۔ آپؐ نے ایک اور دعوت کی اور اس دعوت میں کھانے سے پہلے آپؐ نے چھوٹا سا خطاب فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا۔

"اے مطلب کے خاندان والو میں تمہاری طرف وہ بات لے کر آیا ہوں کہ اس سے اچھی بات کوئی اپنے قبیلہ کی طرف نہیں لایا۔ تم ایک خدا پر ایمان لاؤ اگر تم نے میری یہ بات مان لی تو دین و دنیا کی بہترین نعمتوں کے وارث ہو گے تم میں سے کون میری مدد کرے گا۔"

بچہ۔ میں وہاں ہوتا تو فوراً اٹھ کر کہتا کہ میں آپ کی مدد کروں گا۔

ماں۔ شاباش بیٹے اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ اُس وقت وہاں بھی ایک بہت پیارا بچہ تھا۔ تقریباً تیرہ سال عمر دبلا پتلا آنکھوں سے پانی بہہ رہا کھڑا ہوا اور کہا "میں تم سب سے چھوٹا ہوں مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا۔" یہ بچہ حضرت علیؓ تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بات بڑھاتے ہوئے فرمایا "اگر تم اس بچے کی بات پر غور کرو اور مانو تو بہتر ہے۔" بجائے اس کے کہ وہ غور کرتے ہنس کے بات ٹال دی ابولہب نے مذاق سے ابوطالب سے کہا کہ "تو اب محمدؐ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اپنے بیٹے کی پیروی کرو۔"

بچہ۔ پیارے آقاؐ تو اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے تھے پھر ایسا کیوں ہوا۔

ماں ۔ اللہ پاک نے اپنے پیارے رسول کے لئے کامیابی اور فتح لکھی ہوئی تھی ۔ یہ تو اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ پاک اُن افراد کو زیادہ انعام دینے کے لئے چننا ہے جو ایسی مشکلات میں نبی کی مدد کے لئے آگے آتے ہیں ۔ اُس کے بڑے درجے ہوتے ہیں ۔ اب آپ ہی دیکھ لیں ابتدائی ملنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کیسی عزت دی اس کھلے عام پیغام دینے اور دعوتوں میں بات کرنے سے کچھ کچھ تعارف تو ہو گیا ۔ اب لوگ آپؐ کے پاس یہ جاننے کے لئے آنے لگے کہ آخر آپؐ کون سا نیا دین لائے ہیں ۔ آپؐ نے ایک گھر کو اپنا مرکز بنا لیا ۔ وہاں اکٹھے نمازیں پڑھتے ۔ ملاقات کرتے ۔ اسلام کا پیغام دیتے ۔

بچّہ ۔ یہ گھر کس خوش نصیب کا تھا ۔

ماں ۔ ایک نئے مسلمان ارقم بن ارقم کا گھر تھا ۔ صفا پہاڑی کے دامن میں تھا ۔ تاریخ میں اسی وجہ سے اس گھر کو بیت الاسلام ، اسلام کا گھر کہا جاتا ہے ۔ یہ گھر تین سال تک اسلام کا مرکز بنا رہا ہے یعنی نبوت کے چوتھے سال سے چھٹے سال کے آخر تک ۔

بچّہ ۔ اس گھر میں ایمان لانے والے بعض خوش نصیبوں کے نام بتائیے ۔

ماں ۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر ، حضرت عمرؓ فاروق کے بڑے بھائی حضرت زیدؓ بن خطاب ، حضرت خدیجہؓ کے ایک عزیز حضرت عبداللہؓ ابن مکتوم یہ نابینا تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب تاریخ میں لکھا ہے کہ ان کی شکل اور عادتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتی تھیں ۔

حضرت یاسرؓ ان کی بیوی سمیہؓ اور بیٹا عامرؓ اس خاندان کو ابو جہل بہت دکھ دیتا تھا۔ حضرت صہیبؓ بن منان جو صہیب رومی بھی کہلاتے ہیں۔ یہ اپنا سب کچھ مکہ والوں کے کہنے پر چھوڑ کر پیارے آقا کے پاس مدینہ آگئے تھے۔

حضرت ابو موسیٰؓ اشعری یمن کے رہنے والے تھے۔ ان کے بارے میں پیارے آقاؐ نے کہا تھا کہ "ابو موسیٰ کو تو خدا نے داؤدی لحن سے حصّہ دیا ہے"۔

بچہ۔ اس گھر میں ایمان لانے والے آخری کون سے صحابی ہیں۔

ماں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب اس گھر میں اسلام قبول کیا تو مسلمان بہت دلیر ہو گئے۔ کیونکہ حضرت عمرؓ سے پہلے حضرت حمزہؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا اور بہت محبت کرنے والے تھے اور قریش میں بہت عزّت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ایمان لے آئے تھے۔

اب مکہ کے گلی کوچوں میں اسلام کا ذکر ہونے لگا۔ اور آہستہ آہستہ قرآنِ پاک کے جو احکامات نازل ہو رہے تھے۔ وہ سُن کر نیک فطرت لوگ خاص طور پر عورتیں اور غلام متاثر ہوئے تھے۔

قریش کے سرداروں نے غور کرنا شروع کیا کہ کیا کیا جائے۔ اب تو زیادہ طاقت کے ذریعہ دین کی تبلیغ کو روکنا چاہیئے۔

یہ تو ہر نبیؑ کے زمانے میں ہوتا رہا ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے۔

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ج مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ (سورۃ یٰسٓ : ۳۱)

یعنی افسوس ان لوگوں پر کہ کوئی رسول بھی ان کی طرف ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے ہنسی اور ٹھٹھا نہ کیا ہو۔

بچّہ ۔ پھر کیا ہوا۔

ماں ۔ جب قریش کی مخالفت شروع ہوئی تو وہ دن بدن بڑھتی چلی گئی۔ ہر طرح سے تکلیف دیتے مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے۔ جہاں جو مل جاتا اس کو مار پیٹتے۔ اگر کوئی بات کرتا تو شور مچاتے۔ دکھ دیتے۔ مُنّہ پر تھوک دیتے ہنستے اور سب سے زیادہ بُرا حال تو غریب اور کمزور مسلمانوں کا تھا لیکن غلام اور لونڈیاں جن کو وہ زمین کا ادنیٰ کیڑا بھی نہیں سمجھتے تھے، سوچو اُن کا کیا حال ہوگا۔ یہ ایک بڑی دردناک داستان ہے جو رُلاتی بھی ہے اور ایمان کو مضبوط بھی کرتی ہے کہ ایسے مقدس افراد بھی گزرے ہیں۔ قریش مکہ غصّہ اور غضب کی یہ حالت تھی کہ کسی طرح بھی ممکن ہو ان کو دین سے روکا جائے اور اس مذہب کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

بچّہ ۔ امی جلدی سے بتائیں پھر کیا ہوا۔

ماں ۔ ہونا کیا تھا۔ جتنا قریش ظلم کرتے۔ اتنا ہی یہ لوگ اور مضبوطی سے اپنے ایمان پر قائم ہو جاتے۔ اور یہ بات اُن کو چڑا دیتی کہ آخر محمدؐ اِن کو کیا دیتا ہے

بچّہ ۔ پیارے آقاؐ پر بھی ظلم ہوتا تھا؟

ماں ۔ بالکل ہوتا تھا۔ آپؐ کے راستے میں آپ کی چچی اُمِ جمیل جو ابولہب کی بیوی تھی۔ کانٹے بچھاتی تھی۔ سر پہ خاک ڈالی جاتی۔ مارا جاتا۔ دکھ دیتے۔ نماز پڑھتے تو خاک اُڑاتے۔ تبلیغ کرتے تو شور مچاتے۔ قرآنِ پاک کی تلاوت فرما

تو ظالم چیخنا چلانا شروع کر دیتے۔ بعض کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے۔
خانہ کعبہ میں سجدے میں ہوتے تو اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی۔ گلے میں کپڑا
ڈال کر گھونٹا جاتا کہ آنکھیں اُبل پڑیں۔ گھر میں گندگی اور غلاظت پھینکی جاتی۔
گالیاں دی جاتیں۔ ان بدبخت انسانوں کا بس نہ چلتا کہ کیا کریں۔

بچہ - پیارے آقاؐ ان کو کیا جواب دیتے ؟

ماں - آپؐ صرف صبر کرتے۔ اور ان لوگوں کے لئے دعائیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ
سے بخشش طلب کرتے۔ کہ خدایا! یہ نادان ہیں، جانتے نہیں تو انہیں ہدایت
دے۔

ادھر قریش کے رئیس اور سردار جن میں ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل
عتبہ بن ربیعہ۔ عمرو بن ہشام (ابوجہل) اور ابوسفیان تھے۔ حضرت ابوطالب
کے پاس آئے اور بڑے دوستانہ انداز میں ان سے درخواست کی کہ اپنے
بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دینِ اسلام کی تبلیغ سے روک دیں۔ اگر روک
نہیں سکتے تو درمیان سے ہٹ جائیں۔ ہم خود اس سے نپٹ لیں گے۔
اصل میں اُن کی پوری کوشش تھی کہ حضرت ابوطالب پیارے آقاؐ کا ساتھ
چھوڑ دیں۔ اس طرح وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب کے قبیلوں کی ہمدردی
بھی کھو دیں گے۔ اور ہم آسانی سے محمدؐ پر ہاتھ ڈال سکتے ہیں۔

بچہ - کیا حضرت ابوطالب ان کی بات مان گئے ؟

ماں - نہیں! اُن کو اپنے بھتیجے سے بہت پیار تھا۔ اور وہ دل سے یقین بھی رکھتے
تھے کہ آپؐ غلط راہ پر نہیں ہیں۔ آپ نے بڑی نرمی سے انہیں سمجھایا اور غصہ

کو کم کیا۔ کچھ ٹھنڈا کر کے لوٹا دیا۔

اسلام دن بدن ترقی کر رہا تھا۔ نیک فطرت لوگ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ قرآنِ پاک مسلسل نازل ہو رہا تھا۔ جس میں بتوں کو جہنم کا ایندھن کہا جا رہا تھا۔

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

(سورۃ انبیاء : ۹۹)

ان کے رسم و رواج کو جو ان کے دین و مذہب کا حصّہ بن چکی تھیں لعنت قرار دیتا تھا۔ ان کے آباؤ اجداد کو جو رسوم پر قائم تھے اور جن کی پیروی یہ لوگ کر رہے تھے۔ قرآن پاک گمراہ قرار دیتا تھا۔ پھر مساوات کی تعلیم جو آقا اور غلام کو۔ عورت اور مرد کو ہر چھوٹے اور بڑے کو۔ بحیثیت انسان برابر کے حقوق دیتی تھی۔ جس سے ان کی شان اور عزّت میں فرق آتا تھا کہ امیہ بن خلف اور حضرت بلال رضؓ کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

یہ تمام باتیں جو ائمۃ الکفر (کافروں کے سرداروں) کو پریشان کر رہی تھیں نہ صرف برقرار تھیں بلکہ تیزی سے پھیل بھی رہی تھیں۔ پھر دشمنی کیسے ختم ہو سکتی تھی۔

بچہ ۔ پھر ان لوگوں نے کیا کیا ؟

ماں ۔ پھر سارے سردار جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ ابو طالب کے پاس چلیں اور فیصلہ کریں۔ چنانچہ یہ آپ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ معاملہ حد سے بڑھ رہا ہے۔ ہم کو نجس اور پلید کہا جا رہا ہے۔ کیا ہم شیطان کی اولاد ہیں ؟ ہمارے معبودوں

کو جہنم کا ایندھن اور ہمارے آباؤ اجداد کو عقل سے عاری بنا رہے ہیں۔ اب اگر تم محمدؐ کو نہیں روک سکتے اور نہ ہی اس کی حمایت چھوڑتے ہو تو ہم مجبوراً مقابلہ کریں گے۔ تاکہ ہم دونوں میں سے ایک ختم ہو جائے۔

بچہ ۔ حضرت ابو طالب تو پریشان ہو گئے ہوں گے۔

ماں ۔ وہ واقعی خوف زدہ ہو گئے۔ انھوں نے پیارے آقاؐ کو بلایا اور ساری بات بتائی۔ بڑے پیار سے کہا۔ دیکھو بچے میں تجھے خیر خواہی سے کہتا ہوں۔ کہ تو ایسی باتوں سے باز آجا، کیوں اُن کے معبودوں، بزرگوں اور خود اِن کو سخت باتیں کہتا ہے۔ یہ لوگ سخت غصّہ میں ہیں۔ تجھے ہلاک کر دیں گے۔ میں ساری قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

بچّہ ۔ پیارے آقاؐ نے کیا جواب دیا۔

ماں ۔ آپؐ سمجھ گئے کہ پیارے چچا بھی مخالفت سے خوفزدہ ہیں۔ اور یہ سہارا بھی شاید ختم ہو جائے۔ لیکن بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ یہ سب باتیں میں نہیں بلکہ خدا کہہ رہا ہے۔ اور ان کو اِنہی باتوں سے روکنے کے لئے تو مجھے بھیجا گیا ہے۔

میں مرنا پسند کر لوں گا مگر اس کام سے نہیں رک سکتا۔ میری زندگی وقف ہے۔ یہ لوگ اگر میرے ایک ہاتھ پہ چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیں تب بھی میں اپنے مشن کو نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ بے شک میرا ساتھ چھوڑ دیں۔ یا تو میں اس راہ میں مارا جاؤں گا یا جو خدا چاہتا ہے پورا ہو گا۔ آپؐ کے چہرے پر اُس وقت سچائی کا نور تھا۔ اور آواز بھرّا گئی تھی۔

پھر آپؐ چل پڑے۔ تو ابو طالب نے پکارا۔ آپؐ آئے تو چچا کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بڑے دُکھ سے کہا کہ جاؤ اپنے کام میں لگے رہو۔ جب تک میں زندہ ہوں اور جہاں تک میری طاقت ہے میں تمہارا ساتھ دوں گا۔

بچّہ ۔ امّی پھر کیا ہوا۔

ماں ۔ جب کفارِ قریش نے دیکھا کہ معاملہ تو اپنی جگہ پر ہی ہے نہ تو ابوطالب محمدؐ کو سمجھاتے ہیں اور نہ ہی اُن کا ساتھ چھوڑتے ہیں۔ تو وہ اور ترکیبیں سوچنے لگ گئے۔ وہ جانتے تھے کہ ابوطالب اپنے بھتیجے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور ابوطالب بھی دل میں آپ کی صداقت کے قائل تھے۔

پھر یہ ہوا کہ ایک دفعہ سارے سردار مل کر آپ کے پاس ایک عرب کے بہت ہی لائق، دلیر اور خوبصورت جوان کو لائے۔ اس کا نام عمارہ بن ولید تھا اور حضرت ابوطالب سے کہا کہ اس کو تم اپنا بیٹا بنالو۔ اور محمدؐ کو ہمارے حوالے کر دو۔ یہ ہمیشہ تمہاری خدمت کرے گا۔ اس سے جو چاہے کام لو۔ ہم کبھی بھی تم سے اس کے بارے میں نہیں پوچھیں گے۔ اس طرح جان کے بدلے میں جان کا قانون بھی پورا ہو جائے گا۔ حضرت ابوطالب نے جب یہ سُنا تو بڑی حیرت سے کہا کہ یہ کیسا انصاف ہے کہ میں اپنا بیٹا تمہیں دے دوں تاکہ تم اسے مار دو۔ اور تمہارے بیٹے کو کھلاؤں پلاؤں واللہ ایسا کبھی نہ ہو گا

بچّہ ۔ پھر تو سارے سردار بہت ناراض ہوئے ہوں گے۔ اب انہوں نے کیا سوچا۔

ماں ۔ سوچنا کیا تھا۔ انہوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ اپنے قبیلہ کے مسلمانوں پر دباؤ ڈالے تاکہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ جب سب مسلمان محمدؐ کا ساتھ چھوڑ

دیں گے تو سلسلہ خود بخود حل ہو جائے گا اور قبائل کی جنگ بھی نہیں ہوگی۔

بچّہ ۔ پھر تو پیارے آقاؐ کو بھی آپ کے قبیلے نے ستایا ہوگا۔

ماں ۔ نہیں۔ حضرت ابو طالب نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو بلا کر تمام حالات بتائے اور کہا کہ ان حالات میں ہم سب کو مل کر اپنے محمدؐ کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ دونوں راضی ہو گئے۔ لیکن آپؐ کے سگے چچا ابو لہب نے انکار کر دیا۔

بچّہ ۔ یہ دونوں قبائل کیسے مان گئے۔

ماں ۔ عربوں میں خاندانی غیرت بڑی چیز تھی۔ اور اس غیرت کی وجہ سے کہ ہمارے قبیلے کا آدمی ہے۔ ایک سردار کا پوتا۔ ایک سردار کا بھتیجا۔ اس کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ اور ابو لہب تو مخالفت کی وجہ سے اندھا ہو رہا ہے۔ اس کو غیرت کا خیال کیسے آسکتا تھا۔ اس لئے وہ الگ ہو گیا۔

بچّہ ۔ چلو پیارے آقاؐ تو محفوظ ہو گئے۔ میں تو ڈر ہی گیا تھا۔

ماں ۔ پیارے آقاؐ کیا محفوظ ہوئے تھے؟ آپؐ کے دُکھوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اب ہر قبیلہ کے لوگوں نے اپنے مسلمان رشتہ داروں، عزیزوں کو اسلام سے روکنے کے لئے زور لگایا۔ اور مسلمانوں نے تو صداقت کو جان کر پہچان کر مانا تھا۔ وہ الگ کیسے ہوتے۔ پھر تکالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔ ماریں پڑنے لگیں۔ بھوکا پیاسا رکھا جاتا۔ اور آہستہ آہستہ ظلم بڑھنے لگا۔ کفارِ مکہ اپنا پورا زور لگا رہے تھے۔ اور اُدھر مسلمان بھی دُنیا کے لئے نئی تاریخ لکھ رہے تھے۔ جو قوتِ برداشت، صبر و تحمل ایثار اور قربانی کی نئی کہانیوں سے سجی ہوئی تھی۔

کمزور مسلمانوں، غلاموں اور لونڈیوں کا حال بیان نہیں ہو سکتا۔ بے چاروں

کا تو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں تھا۔ وہ اپنی جانیں دے رہے تھے۔ تڑپتے تھے لیکن خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے صبر اور برداشت کی مضبوط چٹان ہوں۔

بچہ ۔ آپ کچھ مظلوموں کے بارے میں تو بتائیں۔

ماں ۔ میری جان! یہ تو بڑی لمبی داستانیں ہیں۔ کسی ایک انسان کی تو نہیں۔ اس وقت کی پوری ایک قوم کی۔ کفار کہتے تھے کہ اتنا ظلم کرو کہ یہ لوگ باز آجائیں۔ اور مسلمانوں کا عزم یہ تھا کہ جو کرنا ہے کر لو، جان چلی جائے۔ لیکن اب پیارے آقاؐ کا دامن نہیں چھوڑنا۔

بچہ ۔ پیارے آقا کیا کرتے تھے۔

ماں ۔ آپؐ کے پاس تو ایک ہی راستہ تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے دربار میں فریاد ہوتی۔ مسلمانوں کو حوصلہ دیتے۔ صبر کی تلقین فرماتے۔ یقین دلاتے۔ اور جو احکام الٰہی نازل ہو رہے تھے۔ سناتے کہ یہ سب عارضی دکھ ہیں۔ خدا تعالیٰ کے پیاروں کو ہمیشہ ایسے ستایا گیا ہے۔

جب ظلم بڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ کی مدد بھی جلدی آتی ہے۔ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا۔ اسلام پہلے سے بھی بڑھ کر پھیلنے لگا۔ جن لوگوں کے دل میں شرافت تھی وہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ اتنے ظلم کے بعد بھی اگر کوئی دین سے نہیں ہٹتا تو ضرور کوئی صداقت ہو گی۔ یوں ذہن بدلنے لگے۔ اور ایسا طبقہ پیدا ہونے لگا جو اسلام کے قریب آرہا تھا۔ اور ساتھ ہی وہ ظالموں کو بھی روکتے تھے۔ لیکن جب پیارے آقاؐ ظلم کے جواب میں صبر کرنے اور گالی کے

جواب میں دُعا دیتے تو اُن کو شرمندگی ہوتی تھی۔

بچّہ ۔ پیارے آقاؐ کو بھی ستانے سے باز نہیں آتے تھے؟ جب اُن کے قبیلے کے لوگوں نے منع کیا تھا۔

ماں ۔ جب ابولہب کفار کے ساتھ ہو۔ پھر ابوجہل، امیہ بن خلف جیسے ظالم سردار ہوں پھر ان کے پاس پیسے کی بھی کمی نہیں تھی تو وہ کیسے باز آسکتے ہیں۔

کبھی آپ بازار سے گزر رہے ہوتے تو مذمّم ۔ مذمّم پکارتے۔ گردن پہ تھپڑ مارتے جاتے۔ اور کہتے کہ دیکھو لوگو! یہ شخص اپنے آپ کو خدا کا نبی کہتا ہے۔ گویا وہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ جس خدا کا پتہ دے رہا ہے وہ تو بڑی قوت اور طاقت والا ہے پھر وہ خدا کیوں نہیں ہمارے ظُلم سے بچاتا۔ تھوکنا شروع کر دیتے۔ دھکے دیتے تو دیتے چلے جاتے۔ اور ساتھ ساتھ ہنستے اور شور مچاتے۔ کہ یہ تو اتنا کمزور ہے کہ اپنے آپ کو ہم سے بچا نہیں سکتا تو یہ نبی کیسے ہو گیا۔

بچّہ ۔ پیارے آقاؐ ان کے لئے بددُعا کیوں نہیں کرتے تھے۔

ماں ۔ آپؐ تو رحمت کا پیغام لائے تھے اور پھر آپؐ کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتے تھے پھر بددُعا کیسے دیتے۔

بچّہ ۔ امی پیارے آقاؐ دوسرے شہر کے لوگوں کے پاس چلے جاتے۔

ماں ۔ آپ ابھی مکّہ کے لوگوں سے مایوس نہیں ہوئے تھے۔ پھر خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر آپؐ کوئی کام بھی نہیں کرتے تھے۔ اس لئے سارا زور سمجھانے اور دُعا کرنے میں لگا رہے تھے۔ لیکن جب حج کے دن آتے تو عرب کے سارے قبائل

کعبہ کے طواف کے لئے آتے۔ اس وقت آپؐ کو سب سے ملنے کا اور پیغام پہنچانے کا موقع مل جاتا۔

بچہ ۔ اس وقت کفارِ مکہ کیا کرتے تھے۔

ماں ۔ ولید بن مغیرہ نے سارے رؤساءِ قریش کو اپنے گھر بلایا۔ اور کہا کہ کوئی ایک بات کا فیصلہ کر لو کہ حج پر آنے والوں سے کیا کہا جائے گا۔ اگر کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ کہے گا تو ہم ذلیل ہوں گے۔ اور محمدؐ کو سب مظلوم اور سچا جانیں گے۔

ایک نے کہا کہ ہم کہہ دیں گے کہ یہ جھوٹا آدمی ہے۔ ولید نے کہا کہ ہم میں پیدا ہوا۔ بڑھا، پھر جوان ہوا اور اب بوڑھا ہو رہا ہے۔ ہم تو اس کو صدیق کہتے ہیں۔ اب کیسے جھوٹا ہو گیا۔ کون ہماری بات مانے گا۔

بچہ ۔ یہ بات ہوئی نا۔ ہمیشہ سچ بولنے والے کو اگر کوئی جھوٹا کہے تو سب کہنے والے کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

ماں ۔ دیکھا۔ اسی لئے کہتی ہوں کہ ہمیشہ سچ بولنا چاہیئے۔ پھر ایک بولا کہ ہم کہیں گے کہ کاہن ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ کاہنوں کی طرح ہاتھ چلانا، گنگنانا کہاں سے دکھاؤ گے۔ ایک نے کہا کہ کہہ دیں گے کہ مجنون ہے۔ ولید نے کہا کہ اس میں تو کوئی وحشت نہیں اضطراب نہیں۔ وہ تو بڑا پُر سکون اور مسکراتا رہتا ہے۔

ایک نے کہا ہم کہہ دیں گے کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا کہ اس کے کلام میں اشعار والی بات کب ہے۔ ایک بولا پھر جادوگر کہہ دیتے ہیں۔ ولید بولا

وہ کب جھاڑ پھونک کرتا ہے۔ نہ تو گرہیں ڈالتا ہے نہ کھولتا ہے۔

سب ایک ساتھ بولے کہ کیا کہیں۔ ولید بن مغیرہ کہنے لگا ہمی سوچ سوچ کر تو میں نے تم سب کو بلایا تھا مجھے تو کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو ہم اس کے بارے میں کہہ سکیں۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ چلو ساحر کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس کا سحر نظر نہیں آتا لیکن وہ ماں کو بیٹے سے۔ میاں کو بیوی سے بھائی کو بھائی سے چھڑا دیتا ہے۔

بچہ ۔ پھر تو سب نے آپؐ کو ساحر مشہور کر دیا ہو گا۔

ماں ۔ جب حج کا وقت آیا تو سارے مکّہ کے لوگوں نے آنے والے قبائل کو مل مل کر ڈرایا اور سمجھایا کہ ہمارے شہر میں ایک ساحر ہے۔ تم اُس کی بات نہ سُننا۔ سُنی اور گئے کام سے۔ ساتھ ہی آوارہ لڑکوں کو بھی لگا دیا کہ یہ جب بات کرے تم سب شور کرنا شروع کر دینا تاکہ اس کی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ اس طرح سارے عرب کے قبائل میں یہ بات پھیل گئی۔

بچہ ۔ پھر تو پیارے آقاؐ بہت اُداس ہوں گے۔

ماں ۔ ہاں۔ اُداس بھی ہوتے تھے اور پریشان بھی۔ لیکن اپنے خدا کی رحمت سے مایوس نہیں تھے۔ آپؐ جب یہ حالات دیکھتے کہ نہ تو مکّہ والے خود مانتے ہیں اور نہ کسی اور عرب قبائل کو ماننے دیتے ہیں ادھر ظلم سے بھی باز نہیں آتے تو آپؐ نے مسلمانوں سے کہا کہ جو بھی ہجرت کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ مکّہ چھوڑ دے۔ مسلمانوں نے پوچھا کہاں جائیں۔ آپؐ نے فرمایا حبشہ کا بادشاہ انصاف پسند ہے۔ عیسائی ہے۔ اُس کی حکومت میں کوئی کسی پر

ظلم نہیں کر سکتا۔

بچہ ۔ حبشہ کہاں ہے ؟

ماں ۔ اب یہ علاقہ ایتھوپیا یا ابی سینیا کہلاتا ہے۔ براعظم افریقہ کے شمال مشـ
میں واقع ہے۔ جنوبی عرب کے بالکل مقابل پر ہے۔ دونوں کے درمیان
بحیرۂ احمر ہے۔

عرب کے ساتھ حبشہ کے تجارتی تعلقات تھے۔ یہ مہاجرین خشکی
جنوب کی طرف سفر کرتے ہوئے شعیبہ کی بندرگاہ پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے
فضل سے وہاں ایک سمندری جہاز روانگی کے لئے تیار تھا۔ یہ سب اس
میں سوار ہوئے اور وہ روانہ ہو گیا۔

بچہ ۔ یہ کتنے لوگ تھے۔ اور یہ ہجرت کب ہوئی۔

ماں ۔ ان مقدس افراد میں حضرت عثمانؓ بن عفان (اسلام کے تیسرے خلیفہ)
اور اُن کی بیوی رقیہؓ (بنت رسول اللہؐ) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ
حضرت زبیرؓ بن العوام، حضرت عثمانؓ بن مظعون (جن کی ایک آنکھ ضائع
گئی تھی) اور مصعب بن عمیرؓ (جن کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں
ہجرت سے پہلے تبلیغ کے لئے بھجوایا تھا)۔

بچہ ۔ امی حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت زبیرؓ یہ سب
قریش کے طاقتور قبائل کے لوگ تھے کیا ان کو بھی مارا پیٹا جاتا تھا ؟

ماں ۔ بالکل اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ طاقتور پر اتنے ظلم ہوتے تھے
تو کمزور، غریب، غلاموں اور لونڈیوں کا کیا حال ہو گا۔ اور ہجرت کے لـ

سفر وغیرہ کے اخراجات کی طاقت بھی تو یہی لوگ رکھتے تھے۔ غریب اور کمزور لوگ تو سفر بھی نہیں کر سکتے تھے۔

بچہ ۔ حبشہ کے بادشاہ کا کیا نام تھا۔ حبشہ کا دارالحکومت کون سا تھا؟

ماں ۔ حبشہ کے بادشاہ کا نام اصحمہ تھا لیکن یہ بادشاہ نجاشی کہلاتے تھے۔ دارالحکومت اسکوم تھا۔ جو شہر مدوا کے قریب ہے۔ یہ ایک مقدس شہر کے طور پر آباد ہے۔ اس زمانے میں حبشہ ایک طاقتور اور مضبوط حکومت تھی۔ یہاں پر مسلمانوں کو امن نصیب ہوا۔ بادشاہ نے بہت اچھا سلوک کیا۔

بچہ ۔ کیا مکہ کے لوگوں نے ان کا پیچھا نہیں کیا؟

ماں ۔ بالکل کیا تھا۔ لیکن جب تک یہ پیچھا کرتے ہوئے بندرگاہ پر پہنچے تو جہاز روانہ ہو گیا تھا۔ یہ ناکام لوٹے لیکن بہت غصہ آیا۔ کیونکہ یہ لوگ ہاتھ سے نکل گئے۔ پھر آہستہ آہستہ چھپ کر دوسرے مسلمان بھی حبشہ جاتے رہے۔ اس طرح ہجرت کرنے والے افراد ۸۳ ہو گئے۔

بچہ ۔ پھر ان کے سرداروں نے کیا ترکیب نکالی ہو گی۔

ماں ۔ انہوں نے اپنے دو بڑے سردار عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو درباریوں اور نجاشی شاہِ حبش کے لئے قیمتی تحائف دے کر حبشہ روانہ کیا تاکہ بادشاہ کے پاس جا کر ان افراد کو واپس لا سکیں۔

بچہ ۔ تحائف میں کیا چیزیں تھیں۔

ماں ۔ ان میں زیادہ تر چمڑے کا سامان تھا۔ اس زمانے میں عرب اس صنعت میں

بہت مشہور تھا۔

انہوں نے درباریوں سے ملاقات کی انہیں تحفے دیئے۔ بعد بتایا کہ ہمارے کچھ لوگوں نے جہالت کی وجہ سے اپنا پرانا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اور آپ کے شہر میں آ گئے ہیں۔ ہم بادشاہ سے مل کر درخواست کرنا چاہتے ہیں کہ ان کو ہمارے ساتھ بھجوا دے درباریوں نے ان دونوں کی بادشاہ سے ملاقات کروا دی۔

بچہ ۔ پھر کیا ہوا۔

ماں ۔ دونوں نے وہ تمام تحائف جو بادشاہ کے لئے لائے تھے اس کو پیش کئے اور اپنی قوم کا پیغام دیا۔

بچہ ۔ کیا بادشاہ نے اُن کی بات مان لی۔

ماں ۔ نہیں۔ بلکہ بادشاہ نے کہا کہ میں جب تک ان لوگوں سے مل کر ساری بات معلوم نہ کر لوں ہرگز کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ وہ میرے مہمان ہیں۔ اور میری حکومت میں امن کی توقع پر آئے ہیں۔ پھر بادشاہ نے اپنے آدمی کو مسلمانوں کے پاس بھیجا اور انہیں دربار میں بُلایا۔

بچہ ۔ ایک اور مسئلہ کھڑا ہو گیا۔

ماں ۔ سب مسلمان اکٹھے ہوئے انہوں نے مشورہ کیا۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ رسولِ خداؐ نے جو تعلیم دی ہے وہ بتا دی جائے۔ پھر جو خدا کو منظور ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔

بچہ ۔ پھر کیا ہوا ؟

ماں ۔ مسلمان مہاجرین دربار میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے ا
کون سا دین تم لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ یہ تمہارے لوگ بتا رہے ہیں کہ اس
دین کی وجہ سے فتنہ اور فساد پھیل گیا ہے۔

بچّہ ۔ مسلمان تو سخت گھبرائے ہوں گے کہ اب کیا ہوگا۔

ماں ۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا ہے کہ جو لوگ سچے دل سے خدا تعالیٰ کی ذات پر
ایمان لاتے ہیں اُن کو کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ہر معاملہ کو اپنے مولا پر
چھوڑ دیتے ہیں۔ اور پھر اگر کوئی دکھ تکلیف اٹھانی بھی پڑے تو اپنے خدا کی
رضا پر راضی رہتے ہیں۔ اور یہی خدا والوں کی شان ہے۔

بچہ ۔ امی جلدی بتائیے۔ پھر مسلمانوں نے کیا جواب دیا۔

ماں ۔ پیاری جان! حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
چچازاد بھائی تھے) مسلمانوں کی طرف جواب دیا۔

"اے بادشاہ ہم جاہل تھے۔ بُت پرست تھے۔ مردار کھاتے، بدکاریوں
میں مبتلا تھے۔ بے رحمی کرتے۔ ہمسائیوں سے بدسلوکی کرنا۔ کمزور کا حق دبا
لینا ہمارا طریق تھا۔ اللہ نے ہم میں اپنا رسول بھیجا جسکی شرافت، صداقت،
امانت و دیانت کو ہم سب جانتے تھے۔ اس نے ہم کو ایک خدا کی پرستش
(عبادت) سکھائی، بُت پرستی (شرک) سے روکا۔ سچائی، امانت اور صلۂ رحم
کا حکم دیا۔ ہمسایوں سے اچھے سلوک، بدکاری، جھوٹ اور یتیموں کا مال کھانے
سے منع کیا۔ آپس کی لڑائیاں جن سے بلا وجہ انسانی جانیں ضائع ہوتی تھیں روکا
اور عبادتِ الٰہی کا حکم دیا۔

اے بادشاہ ہم اس پر ایمان لائے۔ اس کی اطاعت کی۔ لیکن ہماری قوم ہم سے ناراض ہوگئی۔ ہمیں دکھوں اور مصیبتوں میں ڈالا۔ طرح طرح کے مظالم کر کے عذاب دیا۔ تاکہ ہم اس دین کو چھوڑ دیں۔ مجبوراً اپنے وطن کو چھوڑ کر آپ کے ملک میں پناہ لی۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہم پر آپ کے ملک میں ظلم نہیں ہوگا۔"

بچہ ۔ اچھا کیا کہ سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ بادشاہ نے کیا کہا ؟

ماں ۔ جب انسان کو خدا کا خوف ہو تو وہ ہر خوف سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ بادشاہ صاف اور سچی باتیں سُن کر متاثر ہوا۔ اُس نے کہا کہ جو کلام تمہارے نبی پر اُترا ہے۔ اس میں سے کچھ سُناؤ۔ چنانچہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے سورہ مریم کی ابتدائی آیات خوش الحانی سے تلاوت کیں جن کو سُن کر نجاشی کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ اس نے رقت بھری آواز میں کہا کہ :

"خدا کی قسم یہ کلام اور ہمارے مسیح کا کلام ایک ہی نُور سے جاری ہونے والی کرنیں ہیں۔"

بچہ ۔ بادشاہ نے کفار کے وفد کو کیا جواب دیا۔

ماں ۔ بادشاہ نے اُن کے تحائف واپس کر دیئے اور کہا کہ آپ لوگ واپس چلے جائیں۔ میں ان لوگوں کو آپ کے ساتھ نہیں بھیج سکتا۔ کیونکہ یہ بے قصور اور مظلوم ہیں۔

بچہ ۔ پھر تو انہیں بہت غصہ آیا ہوگا۔

ماں ۔ ہاں ! لیکن وہ آسانی سے جانے والے نہیں تھے۔ عمرو بن العاص دوبارہ

بادشاہ سے ملے۔ اور اُسے بھڑکانے کے لئے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت مسیحؑ کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔

بچہ ۔ مسلمان تو حضرت مسیحؑ کو خدا کا نبی مانتے ہیں اور عیسائی خدا کا بیٹا اس کی وجہ سے بڑا مسئلہ ہو گیا ہو گا۔ کیونکہ بادشاہ تو عیسائی تھا۔

ماں ۔ بادشاہ نے جب دوبارہ مسلمانوں کو بلایا اور پوچھا کہ تم لوگوں کا حضرت مسیحؑ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے۔ تو حضرت جعفرؓ نے بڑی جرأت سے اور بہت دلیری سے بیان کیا کہ :۔

"اے بادشاہ مسیح اللہ کا ایک بندہ ہے۔ وہ خدا نہیں ہے۔ لیکن خدا کا پیارا رسول ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی حکمت کے تحت اس کی منشاء سے پیدا ہوا۔"

بچہ ۔ کیا بادشاہ کو غصہ آ گیا۔

ماں ۔ بالکل نہیں۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھو۔ سچائی میں طاقت ہے اور وہ سچ جو خدا تعالیٰ کی شان کو ظاہر کرنے کے لئے بولا جائے۔ دلوں پر اثر کرتا ہے۔ اور یہی حال نجاشی کا ہوا۔ وہ بہت متاثر ہوا پھر اُس نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھایا اور بولا کہ خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا میرا بھی بالکل یہی ایمان ہے۔ اور اس تنکے جتنا بھی فرق نہیں۔ دربار کے پادری ناراض ہوئے۔ لیکن نجاشی نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور قریش کا وفد ناکام واپس لوٹ گیا۔

بچہ ۔ مہاجرین کب تک حبشہ میں رہے۔

ماں ۔ کچھ افراد تو مدینہ کی ہجرت سے پہلے مکّہ لوٹے۔ لیکن باقی صحابہؓ اس وقت

مدینہ آئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ خیبر سے واپس آ رہے تھے
جنگِ بدر، جنگ احد، جنگ خندق ہو چکی تھیں۔

بچہ - یہ بادشاہ تو بہت نیک اور انصاف کرنے والا نکلا۔ اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت خوش ہوا ہوگا۔

ماں - کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ایک اصول ہے۔ کہ وہ ان بندوں کو جو اس کی رضا کی خاطر کوئی کام کرتے ہیں دنیا میں عزت دے کر اپنے پیار کا ثبوت دیتا ہے ایسا ہی اس بادشاہ کے ساتھ ہوا۔ نجاشی کی اپنے دشمن کے ساتھ لڑائی ہو گئی مسلمان پریشان ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر بادشاہ کو ضرورت پڑی تو و بادشاہ کا ساتھ دیں گے۔ لیکن جنگ تو دریائے نیل کے پار ہو رہی تھی حضرت زبیرؓ بن العوام حالات معلوم کرنے لگے اور مسلمان خدا کے حضور دعاؤں میں لگ گئے کہ مولا اس بادشاہ نے تو ہم پر رحم کیا ہے تو اس کو مشکل اور ابتلا سے بچا۔ چنانچہ چند دن بعد جب حضرت زبیرؓ واپس آئے تو فتح کی خوشخبری

بچہ - جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے ان پر تو سختیاں بڑھ گئی ہوں گی۔

ماں - سختیاں تو بڑھ رہی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ وہ واحد شخص تھے جن کی ذا عزت کرتے اور بات ماننے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ کیونکہ ان کے احسا ہر قبیلہ، ہر خاندان پر تھے۔ اور عرب قوم محسن کا بہت لحاظ رکھتی ہے۔
اس کے باوجود ان کو بھی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق کو سب سے زیادہ دکھ اس بات کا تھا کہ یہ لوگ مجھے سکون سے خدا کی عبادت نہیں کرنے دیتے۔ چنانچہ وہ ایک دن مکہ سے جنوب کی طرف برک الغماد پہنچ

تو قبیلہ قارہ کا رئیس لاغنہ مل گیا۔ اس نے سفر کا سبب پوچھا تو آپ نے
کہا کہ "مجھے قوم نے نکال دیا ہے۔ میں ایسی جگہ جانا چاہتا ہوں جہاں آزادی
سے خدا کی عبادت کر سکوں۔" ابن الاغنہ نے کہا کہ:-

"تم کو مکہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ اور نہ ہی مکہ کے لوگوں کو تم جیسے انسان
کو نکالنا چاہیئے۔ چلو میں تمہیں اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ مکہ میں ہی اپنے رب
کی عبادت کیا کرو۔"

بچہ ۔ کیا حضرت ابوبکر صدیق رض واپس لوٹ آئے۔

ماں ۔ وطن سے کون جانا چاہتا ہے۔ ابن الاغنہ نے اصرار کیا تو لوٹ آئے۔ اس
نے قریش کے رئیسوں کی ملامت کی کہ ایسے نیک اور اچھی صفات والے انسان
کو کیوں نکالتے ہو۔

ادھر حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنے گھر کے صحن میں چھوٹی سی مسجد بنا
لی۔ جس میں وہ نماز اور قرآنِ پاک پڑھا کرتے تھے۔ آپ کا دل بہت نرم تھا۔
اور قرآنِ پاک پڑھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے خوف سے کبھی اُس کے احسانات
کی وجہ سے بہت رویا کرتے۔

بچہ ۔ اس طرح تو لوگوں پر کلامِ پاک کا بہت اثر پڑتا ہوگا۔

ماں ۔ قرآنِ پاک کی سچائی کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ دلوں پر اثر کرتا ہے۔
قریش کی عورتوں، بچوں اور ان افراد پر جو سادہ طبیعت کے تھے جنہیں اسلام
سے کوئی دشمنی یا تعصب نہ تھا بہت متاثر ہوتے۔ جب وہ حضرت ابوبکر رض
کی کلامِ پاک پڑھتے ہوئے کیفیت دیکھتے تو ان پر بہت اثر ہوتا۔ ایک اور

وجہ یہ بھی تھی کہ آپ قریش میں بہت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اس کا بھی اثر تھا۔ کہ معصوم افراد اسلام کی طرف راغب ہوتے۔

بچہ ۔ کیا قریش اس بات سے خوش تھے کہ ابن الاغنہ کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ امان میں تھے۔

ماں ۔ بالکل نہیں! وہ ابن الاغنہ سے شکایت کرتے کہ ابوبکر اونچی آواز سے قرآنِ کریم پڑھتا ہے۔ جس کی وجہ سے عورتیں، بچے، کمزور افراد نئے دین کے فتنے میں پڑتے ہیں۔ تم نے اس کو پناہ دی ہے اب تم ہی روکو کہ ایسا نہ کیا کرے۔

بچہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے ابن الاغنہ نے بات کی۔

ماں ۔ کی مگر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فوراً انکار کر دیا اور ابن الاغنہ کو جواب دیا کہ تم بھی مجھے عبادت سے روکتے ہو۔ تمہارا خیال ہے کہ تم نے مجھے پناہ دی ہے۔ اس لئے ایسا کر رہے ہو۔ میں تمہاری پناہ واپس کرتا ہوں لیکن اپنا ایمان نہیں چھوڑ سکتا۔" مجھے میرے مولا کی پناہ کافی ہے۔"

بچہ۔ پھر کیا ہوا۔

ماں ۔ ہونا کیا تھا۔ قریش حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو تکلیفیں دینے لگ گئے۔ لیکن آپ بھی ایمان کے پکّے اور خدا اور اُس کے رسولؐ سے سچّی محبت کرنے والے تھے۔ اس لئے آپ کے قدم ذرّہ بھر نہیں ڈگمگائے۔

بچہ ۔ حضرت ابوبکر رضؓ کے علاوہ کون سی اہم شخصیت ابتداء میں اسلام لائی

ماں ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت حمزہ رضؓ دونوں ہی آگے پیچھے نبوت کے چھٹے

سال میں مسلمان ہوئے۔

بچہ - یہ دونوں کیسے مسلمان ہوئے۔

ماں - دونوں کے ایمان لانے میں عورتوں کی قربانیوں کا حصہ ہے۔

حضرت حمزہؓ ایک آزاد خادمہ اور حضرت عمرؓ اپنی بہن فاطمہؓ بنت خطاب زوجہ حضرت سعیدؓ بن زید کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ یہ واقعات نبوت کے چھٹے سال میں ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ آخری تھے جو دارارقم میں ایمان لائے۔ اب کھلے عام تبلیغ ہونے لگی۔

حضرت حمزہؓ روزانہ کے معمولات کے مطابق جب واپس آئے تو ایک لونڈی نے انہیں بتایا کہ آج تو ابوجہل نے حد کر دی۔ تمہارے بھتیجے محمدؐ کو بہت بُرا بھلا کہا۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح خاموش رہا۔ یہ سُن کر حضرت حمزہؓ کا خون کھول گیا۔ فوراً صحنِ کعبہ میں گئے۔ جہاں ابوجہل لوگوں میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ آپ نے اس کے سر پر کمان ماری اور بولے کہ میں بھی محمدؐ کے دین پر ہوں۔ اگر ہمت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو۔ چند آدمی اس کی حمایت میں اُٹھے لیکن ابوجہل نے آپ کے تیور دیکھ کر سب کو روک دیا۔ بولا، واقعی مجھ سے غلطی ہوئی۔ اور یہی واقعہ آپ کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے ارادہ کیا کہ روز روز کے جھگڑے سے بہتر ہے۔ کہ محمدؐ ہی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ تلوار لے کر چلے راستے میں اطلاع ملی کہ آپ کے بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں غصے سے بھرے ہوئے بہن کے گھر میں داخل ہوئے اور بہنوئی پر جھپٹ پڑے۔ لیکن بہن

درمیان میں آئی۔ تو وہ بھی زخمی ہو گئیں۔ لیکن دلیری سے بولیں کہ جو تم کرنا چاہو کرلو۔ مگر ہم نے جس دین کو قبول کیا ہے اس کو نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے بہن کو زخمی حالت میں دیکھا تو بے قرار ہو گئے۔ بولے تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے۔ جب قرآنِ پاک کی سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات سُنیں تو اسی وقت اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اور دارارقم میں جاکر کلمہ پڑھ لیا۔ یوں دونوں جلیل القدر صحابیوں کے مسلمان ہونے میں عورت کا حصہ ہے۔ خدا ان پر رحمت کرے۔

بچہ ۔ اب تو مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی ہوگی۔

ماں ۔ بہت زیادہ۔ حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہوتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے صحنِ کعبہ میں توحید کا اعلان کیا۔ اور حضرت عمر رضؓ کے مسلمان ہونے سے مسلمانوں کو اتنی تقویت ملی کہ کعبہ کے پاس نماز پڑھنے لگے۔ یہ نبوت کے چھٹے سال کے آخری ماہ کا واقعہ ہے۔ آپ کے اسلام لانے کے کچھ ہی عرصے بعد آپ کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضؓ بھی مسلمان ہو گئے۔ یہ اُس وقت بچہ ہی تھے اُس وقت تک مسلمان مردوں کی تعداد چالیس تھی۔

بچہ ۔ اب تو کفارِ مکہ کا غصہ بڑھ گیا ہوگا۔

ماں ۔ انہیں فکر ہو گئی کہ اب تو بعض چوٹی کے رئیس بھی ایمان لا رہے ہیں۔ آپس میں مشورہ کیا کہ ایک اور کوشش کریں۔ چنانچہ عتبہ بن ربیعہ کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ آپ کو تبلیغ سے روکنے کی کوشش کریں۔ لیکن جب دیکھا کہ عتبہ بھی آپؐ کی ذات اور تعلیم سے متاثر ہو رہے ہیں تو پھر مل کر مشورہ کیا۔ تمام

سردار ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل ، ابوجہل ، اُمیہ بن خلف ، عتبہ، شیبہ اور ابوسفیان کے علاوہ اسود بن مطلب ، نظر بن حارث اور ابوبختری صحنِ کعبہ میں جمع ہوئے اور صلح کے انداز میں بات کرنے کے لئے ایک آدمی کے ذریعے پیارے آقاؐ کو پیغام بھیجا کہ " ہماری ایک بات سُن جاؤ۔ " آپؐ تو ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ فوراً آئے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام دینے کی کوئی صورت نکل آئے۔ لیکن ان بدنصیبوں نے بات یوں شروع کی۔

" اے محمدؐ تمہاری وجہ سے قوم میں اختلاف بڑھ رہا ہے۔ تم اپنے آباء اجداد کے مذہب میں بُرائیاں دکھا کر بزرگوں کو بُرا کہتے ہو۔ بتوں کو گالیاں دیتے ہو۔ ہم حیران ہیں کہ کیا کریں۔ اگر تمہاری ساری کوشش یہ ہے کہ تم مالدار ہو جاؤ تو تمہیں مال جمع کر دیتے ہیں۔ تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ گے۔ اگر عزت چاہتے ہو تو ہم سب تم کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی طلب ہے تو بادشاہ مان لیتے ہیں۔ اگر تمہیں کوئی بیماری ہے جس کی وجہ سے تم ایسی غلط باتیں کرنے لگ گئے ہو تو اپنے پاس سے علاج کروا دیتے ہیں۔ اگر خوبصورت لڑکی چاہتے ہو تو عرب کی بہترین لڑکی تلاش کروا دیتے ہیں۔ لیکن تم اس نئے دین کی تبلیغ سے باز آجاؤ۔

بچہ ۔ پیارے آقاؐ نے جواب میں کیا فرمایا۔

ماں ۔ آپؐ نے بڑے تحمل سے فرمایا۔ اے قریش کے سردارو! مجھے ان چیزوں میں سے کسی کی بھی ضرورت نہیں۔ میں تو خدا کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ اور اسی کا پیغام تم کو سناتا ہوں۔ مجھے اپنی قوم سے ہمدردی ہے۔ اگر

میری بات مان جاؤ تو دین و دنیا میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔

قریش بولے، اچھا ایک اور تجویز ہے کہ تم اپنے خدا سے کہہ کر ہمارے خشک پہاڑی علاقے کے ملک کو جس میں پانی اور سبزہ کم ہے۔ شام اور عراق کی طرح کا زرخیز اور ہرا بھرا علاقہ بنوا دو۔ آپؐ نے فرمایا: میرا کام تو صرف یہ ہے کہ تم کو سچائی کی راہ دکھا دوں۔ ہاں خدا تعالیٰ اگر چاہے تو تمہارے ایمان لانے کے بعد وہ اپنے فضل سے ایسا کر سکتا ہے۔

قریش بولے: اچھا کم از کم ایسا تو ہو کہ تمہارے ساتھ فرشتہ ہو، محل میں رہو، اور سونے چاندی کے ڈھیر تمہارے پاس ہوں۔ لیکن تم تو ہماری طرح بازاروں میں پھرتے اور کام کرتے ہو۔ خدا کے نبی کیسے ہو گئے۔ پیارے آقاؐ نے بڑے دکھ سے کہا۔ کہ میں یہ تو دعویٰ نہیں کرتا کہ میں سونا چاندی دینے آیا ہوں بلکہ میں تو خدائے واحد کی طرف سے بلانے آیا ہوں۔ میں پھر تم کو کہتا ہوں کہ اگر مان لو گے تو ضرور اُس کی رحمت سے حصہ پاؤ گے۔

اب تو قریش بگڑ گئے۔ بولے اچھا جس عذاب سے ڈراتے ہو اُسی کو لے آؤ۔ آسمان سے فرشتوں کی فوج بلا لو۔ خدا کی قسم اب تو یہی نظر آتا ہے کہ یا تو ہم رہیں گے یا تم رہو گے۔

بچہ ۔ پیارے آقاؐ کو بہت افسوس ہوا ہوگا۔

ماں ۔ جی بچے! آپؐ دکھی دل کے ساتھ لوٹ گئے کہ کیسے ان کو سمجھاؤں یہ تو بڑی عجیب باتیں کرتے ہیں۔ خدا ان سب باتوں سے پاک اور بے نیاز ہے اور وہ قادر خدا جانتا ہے کہ منکرین سے کب اور کیا سلوک کرنا ہے۔

بچہ ۔ کیا ان لوگوں پر پیارے آقاؐ کے دکھ کی حالت کا بھی اثر ہوتا تھا۔ اللہ میاں ان کے دل میں خوف اور ڈر نہیں پیدا کرتا تھا۔

ماں ۔ پیارے آقاؐ کو دکھ میں دیکھ کر تو یہ ظالم خوش ہوتے تھے۔ لیکن بہت سے ایسے مواقع آئے جب خدا نے انہیں خوف زدہ کیا۔ جس کا اظہار بھی وہ کرتے رہے۔ مگر جب انسان فیصلہ کر لے کہ میں نے نہیں ماننا اور مخالفت ہی کرنی ہے تو وقتی اثر تو ہوتا ہے لیکن پھر وہی بے خوفی طاری ہو جاتی ہے۔

بچہ ۔ کوئی واقعہ بتائیے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں ڈرایا ہو۔

ماں ۔ جب پیارے آقاؐ کفار کے رئیسوں سے ملاقات کے بعد لوٹے۔ تو ابوجہل نے کہا کہ دیکھا اس نے ایک بات بھی نہیں مانی۔ واللہ اب میں چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک اس کا سر نہ کچل دوں۔ جو لوگ وہاں موجود تھے سوائے چند شریفوں کے سب نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ پھر کیا تھا ابوجہل ایک بڑا پتھر لے کر صحنِ کعبہ میں کھڑا ہو گیا اور آپؐ کا انتظار کرنے لگا۔ آپؐ آئے اور نماز میں مصروف ہو گئے۔ وہ پتھر لے کر بڑھا لیکن خوف زدہ ہو کر پلٹا۔ پتھر اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ وہ اپنے لوگوں میں لوٹا جو اس منظر کو بہت شوق سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ وہ بولا ایک طاقتور اور خوفناک اونٹ میری طرف بڑھا اور مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔ کہ میں پلٹ آیا۔

بچہ ۔ پھر بھی ابوجہل کو احساس نہ ہوا۔

ماں ۔ دین کو قبول کرنا بھی انسان کی طاقت میں نہیں ہوتا ۔ یہ بھی خدا کے فضل اور رحمت سے ہوتا ہے ۔ یہ تو تھا ہی بدنصیب کیونکہ اس کی فطرت میں نیکی اور پاکیزگی نہیں تھی ۔ پھر اس کو اسلام کی لذت کیسے ملتی ۔

بچہ ۔ کیا کفار مسلسل اسلام کے خلاف پروگرام بناتے رہتے تھے ۔

ماں ۔ جھگڑا تو ختم نہیں ہوا تھا مسئلہ تو چل رہا تھا ۔ یا تو سارا عرب مسلمان ہو جاتا ۔ یا پھر کفار اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے ۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس دنیا میں ہی جہنم کا سامان کر دیا ۔ کہ وہ اسلام کی ترقی دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے رہے ۔ بدقسمت تھے ۔ دل کی تسلی کے لئے ان کو ایک فضول بات سوجھی کہ محمدؐ کا کوئی بیٹا نہیں ہے ۔ ان کا مذہب ان کی زندگی تک چلے گا ۔ بعد میں کون اس کو پھیلائے گا ۔ اس بات سے کچھ تسلی ہو جاتی ۔ آپس میں کہتے کہ محمدؐ تو ابتر ہے (بے اولاد ہے) اس کا سلسلہ خود مٹ جائے گا ۔ اس لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ۔

بچہ ۔ لیکن اُمی پیارے آقاؐ کا واقعی کوئی بیٹا زندہ نہیں رہا ۔ لیکن سارے مسلمان آپؐ کے بیٹے ہیں ۔ اسلام تو آج تک زندہ ہے ۔ اور ہر مذہب کا مقابلہ بھی کر رہا ہے ۔ اس کی سچائی مسلسل پھیل رہی ہے ۔

ماں ۔ اسی لئے تو خدا تعالیٰ نے سورۃ کوثر نازل فرمائی ۔ کہ محمدؐ کو تو ہم نے کوثر عطا کی ہے ۔ کوثر کا مطلب ہے ایسی نہر جس کا پانی کبھی خشک نہیں ہوگا ۔ یہ سلسلہ جاری رہے گا ۔ اور قیامت تک قائم رہے گا ۔ لیکن اِس کے دشمن ابتر رہیں گے ۔ اور تاریخ سے ثابت ہے کہ دشمنوں کی نسلوں کو خدا نے مٹا دیا ۔ اور

وہی بچے جو اسلام لے آئے۔ اسلام سے وابستہ ہو کر زندگی پائی۔ مثلاً
ابوجہل کا بیٹا عکرمہ (فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے) ولید کے بیٹے
خالد (جنگِ احد کے بعد) مسلمان ہوئے۔

بچّہ۔ واقعی امی خدا والوں کی دنیا بھی کمال دنیا ہے۔

ماں ۔ پھر کفارِ مکّہ نے اسلام کا مقابلہ کرنے کی ایک اور ترکیب نکالی رؤسائے
قریش ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل۔ اور اُمیّہ بن خلف مشورے کے
بعد پیارے آقاؐ کے پاس آئے کہ محمدؐ ایسا کرتے ہیں کہ ہم مل جل کر عبادت
کر لیں کبھی تم ہمارے بتوں کو پوج لو کبھی ہم تمہارے خدا کو سجدہ کر لیں۔
اس طرح صلح بھی ہو جائے گی اور قوم بھی منتشر ہونے سے بچ جائے گی۔

بچّہ ۔ کمال بات سوجھی۔ آپؐ نے کیا جواب دیا۔

ماں ۔ پیارے آقاؐ مسکرائے۔ فرمایا، آپ لوگ ذرا غور کریں جب میں ایک خدا پر
ایمان رکھتا ہوں تو اتنے سارے معبودوں کو کیسے پوج سکتا ہوں۔ کیسے ان
کے آگے جھک سکتا ہوں۔ اور آپ جو بُت پرستی پر قائم ہیں بھلا کس طرح
میرے خدا کی عبادت کر سکتے ہیں۔ عبادت کا تعلق تو دل سے ہے۔ جب
دل ہی نہ مانے تو عبادت کیسی۔

پھر خدا تعالیٰ کو بھی آپؐ کی یہ بات پسند آئی اور ان ہی دنوں میں
سورۃ الکافرون نازل ہوئی جس کی ایک آیت کا مطلب ہے "تمہارا
دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے" یہ دونوں کبھی ایک جگہ جمع
نہیں ہو سکتے۔

بچہ ۔ کفارِ مکہ نے جو بھی تجویز پیش کی وہ اس قابل نہ تھی کہ اس پر عمل ہوتے
لیکن وہ تو یہ سوچتے ہوں گے کہ محمدؐ نے ہماری کوئی بات نہیں مانی ۔

ماں ۔ ماشاء اللہ بالکل یہی بات ہے ۔ پہلے انہوں نے حضرت ابو طالب ؑ
سامنے کئی باتیں رکھیں پھر اس میں ناکامی کے بعد وہ بار بار پیار سے آ
سے بات کرتے رہے اور ہر بار انکار ہی ہوا ۔ ہجرت حبشہ سے بھی ان
وفد ناکام اور شرمندہ لوٹا ۔ اور سب سے زیادہ صدمہ یہ کہ قریش کے
بڑے بڑے سردار بھی اسلام قبول کرنے لگے ۔ اور ان کی کوئی بھی کوشش
کوئی لالچ ان کو روک نہیں رہی تھی ۔ اسلام کی ترقی ان کے لئے عذاب جان
گئی ۔ ہر قبیلے نے اپنے آدمیوں کو مظالم کا نشانہ بنا کر دیکھ لیا ۔ وہ
چٹان کی طرح جمے رہے ۔ اب تو اُن کا غصہ سخت بھڑک اٹھا ۔ اور انہوں
نے فیصلہ کیا کہ صرف مسلمانوں کو نہیں بلکہ حضرت ابو طالب کے پورے
قبیلۂ بنو ہاشم کو بھی سزا دینی چاہیئے ۔ جو برابر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ
دے رہے ہیں ۔

چنانچہ محرم ۷ نبوی کو ایک باقاعدہ معاہدہ لکھا گیا ۔ کہ بنو ہاشم ، بنو
مطلب اور مسلمانوں سب سے ہر قسم کی تجارت اور تعلقات توڑ لئے جائیں
اور ان کو بالکل الگ کر دیا جائے ۔ اس معاہدے پر بڑے بڑے سرداروں
کے دستخط تھے ۔ اس کو خانۂ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیا اور بنو مطلب
میں سے سوائے ابولہب کے مسلمان مشرک سب بنو ہاشم کے ساتھ شعب
ابی طالب میں قید کر دیئے گئے ۔

بچہ۔ پھر تو امی بڑی مشکل ہو گئی ہو گی کھانے پینے کی۔ پیارے آقاؐ کا کیا حال تھا۔

ل۔ ظاہر ہے کہ جب قید کر دیا۔ تو کیا ہو سکتا تھا۔ کوئی بھی چیز یہ ظالم اندر نہیں جانے دیتے تھے۔ باقاعدہ دھیان رکھتے تھے کہ کوئی ان کو ضرورت کا سامان نہ پہنچا دے۔ بہت ہی تکلیف اور مصائب کے دن تھے۔ جو بھی چیز ملتی کھانی پڑتی۔ بعض اوقات تو بھوک کی شدت سے یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ کیا کھا رہے ہیں۔ زمین سے کچھ ملا، اٹھایا اور منہ میں ڈال لیا۔ سوکھا چمڑا۔ پانی میں بھگو کر نرم کیا کہ چبایا جا سکے۔ بچوں کی چیخ و پکار دُور تک سُنائی دیتی اور یہ ظالم خوش ہوتے۔

بچہ۔ کیا سارے کفار میں کوئی بھی ایسا رحم دل نہ تھا جس کو ان تکلیفوں کا احساس ہوتا۔

ل۔ سارے انسان تو ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جس طرح سب انسان نرم مزاج کے نہیں ہوتے اسی طرح سب ظالم بھی نہیں ہوتے۔ قریش میں بھی بہت سے لوگ اس ظلم کے خلاف تھے۔ لیکن اپنے سرداروں کے خوف کی وجہ سے چُپ تھے کہ کون قبیلہ کی دشمنی مول لے۔

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اندر اندر چھپ چھپا کر کچھ نہ کچھ پہنچا دیتے۔ ان میں حکیم بن حزام حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ وہ کھانا لے جاتے۔ ایک دفعہ ابوجہل کو پتہ چل گیا۔ بڑا جھگڑا ہوا اور مار پیٹ کی نوبت آئی۔

بچہ۔ آخر کب تک یہ قید رہے۔ درمیان میں کبھی بھی باہر نہیں آئے؟ تھوڑی دیر کے لئے بھی نہیں؟

ماں ۔ یہ ظلم تقریباً تین ۳ سال تک جاری رہا۔ صرف حج کے دنوں میں جب امن ہوتا۔ یہ باہر نکل سکتے تھے۔ اور اس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف قبائل اور باہر سے آئے ہوئے وفود کے پاس جاکر دین کی تبلیغ کرتے۔ اس طرح کچھ نہ کچھ عرب میں اسلام کی تعلیمات پھیل رہی تھیں۔

بچہ ۔ یہ معاہدہ آخر کب تک چلا۔

ماں ۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ کی قدرت نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک فطرت لوگوں کے دلوں میں رحم بڑھا رہا تھا۔ اور وہ اندر ہی اندر ایک دوسرے کو شرم دلاتے۔ غیرت دلاتے اس ظالمانہ معاہدے کے خلاف بولتے ایک دن خدا تعالےٰ نے اپنے پیارے کو بتایا کہ جو معاہدہ لکھا گیا تھا۔ اس کو دیمک کھا گئی ہے۔ صرف اللہ کا لفظ باقی رہ گیا ہے۔

آپؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالب کو بتایا کہ میرے اللہ نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ حضرت ابو طالب اُسی وقت اُٹھے اور خانہ کعبہ میں پہنچے جہاں اور بہت سے قریش مجلس لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے اُن لوگوں کو مخاطب کیا کہ آخر یہ ظالمانہ معاہدہ کب تک چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے ختم کر دیا ہے۔ محمدؐ کے اللہ نے اس کو بتایا ہے کہ معاہدے کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کو نکال کر دیکھو محمدؐ کی بات کہاں تک سچ ہے۔ آپ کو خود تو یقین تھا ہی کہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی خبروں کی اطلاع اب کفار کو بھی دینا چاہتے تھے۔

بعض لوگوں نے جن کے دل پہلے ہی اس کے خلاف تھے بولے ضرور

دیکھنا چاہیئے۔ اور بعض افراد جن میں ہشام بن عمرو۔ زہیر بن ابی امیہؓ ، مطعم بن عدی ، ابو البختری اور زمعہ بن اسود نے مل کر تجویز دی کہ اب اس کو ختم کر دیا جائے۔ جب یہ بات قریش کے سرداروں کے سامنے ہوئی تو ابوجہل بھڑک اٹھا۔ بولا نہیں۔ یہ معاہدہ قائم رہے گا۔ اتنے میں معاہدہ دیکھا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی تصدیق ہوگئی۔ سوائے لفظ "اللہ" کے کچھ بھی باقی نہ تھا۔ مطعم بن عدی نے ہاتھ بڑھا کر اس کو پھاڑ دیا۔ ابوجہل اور اُس کے ساتھی دیکھتے رہ گئے۔ اس کے ساتھ ہی معاہدہ بے اثر ہوگیا۔

قریش کے بااثر لوگ ہتھیار لگا کر گئے اور ان تمام مقدس افراد کو جنہوں نے صرف اور صرف خدا کی خاطر یہ قید، ظلم، بھوک پیاس اور تکلیفیں برداشت کیں تھیں باہر نکال لائے۔

بچہ ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ ظلم تو ختم ہوا۔ اللہ پاک اپنے پیاروں کا کتنا ساتھ دیتا ہے۔ ان تین سالوں میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں کو اس معاہدے کے خلاف کر دیا۔ پھر اس کو دیمک جیسا چھوٹا سا کیڑا چاٹ گیا۔ اور اس دوران حج میں تبلیغ بھی جاری رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت ایک ہی لگن رہی۔ اور جب بھی موقع ملتا آپؐ اپنا کام کرتے۔ کوئی خوف خطر نہ تھا۔

ماں ۔ ان دنوں میں ایک اہم واقعہ ہوا۔ کفارِ مکہ نے کہا کہ اگر آپ سچے ہیں تو کوئی معجزہ دکھائیں۔ آپؐ نے چاند کی طرف انگلی اُٹھائی تو اس کے دو ٹکڑے الگ الگ دکھائی دیئے۔ یہ حیران کر دینے والا معجزہ تھا جس کا ذکر قرآن

پاک کی سورہ قمر کے پہلے رکوع میں آتا ہے۔

بچہ ۔ پھر تو اُن کو مان لینا چاہیئے تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا دین سچّا ہے اور جس خدا کی طرف وہ بلاتے ہیں وہ طاقت و قدرت والا خدا ہے۔

ماں ۔ میں نے کئی دفعہ ذکر کیا ہے کہ دین کو ماننے کے لئے فطرت کی نیکی کی ضرورت ہوتی ہے جو ان شریروں میں نہ تھی۔ یہ تو صرف ہنسی مذاق اُڑانے والے تھے انہیں خدا کا کیا خوف وہ تو کہنے لگے ہم نہ کہتے تھے کہ محمد جادوگر ہے۔ میں یہاں تھوڑی وضاحت کر دوں خواب کی تعبیر کے لحاظ سے چاند سے مراد بادشاہ اور حاکم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خبردار کیا کہ اب تمہاری بادشاہت اور سرداریاں عرب سے ختم ہونے والی ہیں۔ پھر عربوں کا قومی نشان بھی چاند تھا۔ جس سے خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ اب تمہاری بادشاہت ختم ہوگئی۔ اب نیا اسلامی نظام قائم ہوگا۔ قرآنِ پاک میں اقتربت الساعة آیا ہے۔ یعنی قیامت کی گھڑی قریب ہے۔ یہ واقعہ ۹ نبوی میں ہوا[1]

بچہ ۔ بچہ کیسے نادان لوگ ہیں کہ دیکھتے ہیں مگر مانتے نہیں اتنا بڑا نشان دیکھ کر تو مان ہی جانا چاہیئے تھا۔

ماں ۔ صرف یہی نہیں اللہ تعالیٰ تو مسلسل پیارے آقا کے ساتھ اپنے تعلق کو ظاہر کررہا تھا۔ ۱۰ نبوی میں پیارے آقاؐ کو دو زبردست صدمے پہنچے۔ آپؐ کے چچا حضرت ابو طالب اور آپؐ کی پیاری بیوی حضرت خدیجہؓ کی وفات ہوگئی۔

---

[1] سیرۃ خاتم النبیینؐ حصہ اول صـ ۲۲۵

شعب ابی طالب کی سختیاں تین سال تک برداشت کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ڈھنگ کا کھانا پینا نہ ہونے کی وجہ سے سب کی صحتیں خراب ہوگئیں تھیں اور یہ دونوں ہستیاں تو چل ہی بسیں

بچہ ۔ پیارے آقاؐ کو بڑا دکھ ہوا ہوگا۔

ماں ۔ دکھ ہی کی بات ہے اتنی محبت وشفقت کرنے والے چچا جنہوں نے باپ کی طرح پالا۔ ساری زندگی آپؐ کے لئے سہارا بنے رہے۔ سارے قبیلۂ قریش سے دشمنی مول لے لی۔ لیکن پیارے بھتیجے کا ساتھ نہ چھوڑا۔ یوں اپنے باپ کی وصیت کو بھی پورا کر دیا۔ وفات کے وقت اُن کی عمر اسّی سال سے زائد تھی۔

اور حضرت خدیجہؓ جیسی دکھ درد کی ساتھی جس نے اپنا سب کچھ آپؐ پر قربان کر دیا اپنی ساری دولت، نوکر، نوکرانیاں سب کچھ چھوڑ کر غربت اور سادگی میں زندگی گزار دی۔ نبوّت کی سب سے پہلے گواہی دی۔ ہر معاملہ میں تسلّی دیتیں۔ حوصلہ بڑھاتیں۔ آرام وسکون کا خیال رکھتیں۔ یہ ساری قربانیاں حضرت خدیجہؓ کی پیارے آقاؐ کو یاد آتیں اور بے قرار کر دیتی تھیں۔ وفات کے وقت آپؓ پینسٹھ ۶۵ سال کی تھیں۔

ان دونوں غموں کی وجہ سے آپؐ نے ۱۰ نبوی کے سال کو عام الحزن یعنی غموں کا سال قرار دیا۔

بچہ ۔ اب تو ہمارے پیارے آقاؐ بالکل اکیلے رہ گئے۔ حضرت ابو طالب تو ہر موقع پر درمیان میں آجاتے تھے۔ اب تو مخالفین کا ہاتھ کھُل گیا ہوگا۔

ماں ۔ پیاری جان! یہ سب تو وقتی سہارے ہوتے ہیں۔ اصل سہارا تو خدا تعالیٰ کی
ذات ہے اور جو خدا کا ہو۔ اور جس کا خدا ہو۔ وہ ان دکھوں کو بڑے حوصلہ
ہمت اور صبر سے برداشت کرتے ہیں۔ اور پھر خدا بھی ان کو دکھاتا ہے کہ
میں اُن کے ساتھ ہوں۔

ان ظالموں کے حوصلے بے شک بڑھ گئے۔ اب انہوں نے براہِ راست
پیارے آقاؐ کو مظالم کا نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ ایک دن آپؐ راستے میں
جا رہے تھے تو ایک شریر نے سر پر خاک ڈال دی۔

صحنِ کعبہ میں سجدہ میں تھے تو ابوجہل کے کہنے پر عقبہ بن ابی معیط نے
اونٹنی کی بچہ دانی کمر پر رکھ دی۔ جو گندگی اور خون سے بھری ہوئی تھی اور آپؐ
بوجھ سے اُٹھ نہ سکے تو حضرت فاطمہ رضؓ نے آکر اس کو اٹھایا۔ اور سارے
بدنصیب ہنستے اور قہقہے لگاتے رہے۔

بچہ ۔ پہلے تو آپؐ پریشان ہو کر جب گھر آتے تھے تو حضرت خدیجہ رضؓ تسلی دیتی تھیں
اب تو گھر میں بھی آپؐ اُداس رہتے ہوں گے۔

ماں ۔ یہ تو تھا۔ لیکن اپنے پیاروں کے سارے کام خدا ہی کرتا ہے۔ اس نے ہی آپؐ
کے لئے ایک اور ہمدرد، غمگسار، محبت کرنے والی بیوی چن لی۔ پیارے آقاؐ
نے خواب میں دیکھا کہ حضرت جبرائیلؑ نے ایک سبز ریشمی رومال دیا جس پر
حضرت عائشہ رضؓ بنت ابوبکر صدیق رضؓ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اور کہا کہ یہ آپؐ
کی بیوی ہے دنیا اور آخرت میں۔ پھر خدا تعالیٰ نے خود ہی شادی کا پیغام
بھیجنے کا سامان کر دیا۔ کچھ عرصے بعد خولہ زوجہ عثمان بن مظعون رضؓ آپؐ کی

خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ یارسول اللہ صلعم آپؐ شادی کیوں نہیں کر لیتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کس سے کروں۔ بولیں یارسول اللہ صلعم آپؐ کے دوست حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی عائشہؓ بھی ہے۔ آپؐ کے خادم سکران بن عمرو کی بیوہ سودہ بھی اچھی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا" اچھا تم دونوں جگہ بات کرو۔" اور خدا کا کرنا کیا ہوا کہ دونوں کے عزیز راضی ہو گئے۔ چنانچہ شوال سنہ ۱ نبوی میں آپؐ کا دونوں کے ساتھ نکاح ہوا۔ دونوں بیویوں کا مہر چار چار سو درہم مقرر ہوا۔

حضرت سودہؓ تو رخصت ہو کر آپؐ کے گھر آگئیں لیکن حضرت عائشہؓ کی عمر ابھی سات سال تھی اس لئے وہ ماں باپ کے گھر ہی رہیں۔

بچہ۔ اللہ کا شکر ہے آپؐ کے گھر میں بچوں کو سنبھالنے والی اور آپؐ کا خیال رکھنے والی آگئیں۔ اب آقاؐ کی تبلیغ کا حال سنائیں۔

ماں۔ تبلیغ تو ہر حال میں جاری تھی۔ شعب ابی طالب میں قید ہونے کے باوجود آپ حج کے دنوں میں مختلف قبائل کی قیام گاہوں میں جا کر اسلام کا پیغام پہنچاتے۔ عکاظ میں میلہ لگا کرتا تھا آپؐ میلے میں اس لئے جاتے کہ وہاں لوگ ہوں گے جن سے خدائے واحد کی بات کر سکیں گے۔ پیچھے پیچھے کفارِ مکہ بھی اپنی کوششیں کرتے رہتے تاکہ آپؐ کی بات کوئی نہ سنے۔ جب شعبِ ابی طالب کا محاصرہ ٹوٹا تو آپؐ نے فیصلہ کیا کہ مکّہ سے باہر نکل کر قریب کی آبادیوں میں قسمت آزمائیں۔ مکّہ والے تو اللہ کی رحمت پر اپنے دروازے بند کر لیتے تھے۔ اللہ کی زمین وسیع ہے۔ آپؐ نے فیصلہ فرمایا کہ طائف چلیں

طائف ایک شہر ہے جو مکہ سے جنوب مشرق میں چالیس میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں قبیلہ بنی ثقیف کے آباد تھے۔ ان میں بڑے بڑے سردار اور رئیس بھی تھے۔ طائف کے سفر میں آپؐ کے ساتھ آپؐ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ بھی تھے۔ یہ زمانہ نبوی کا واقعہ ہے آپؐ طائف میں دس دن تک شہر کے بڑے بڑے رئیسوں اور سرداروں کو باری باری ملاقات کرتے اور خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہے لیکن وہ اپنی دنیا داری میں اتنے مگن تھے کہ آپؐ کی بات کو ہنسی مذاق میں اُڑا دیتے اور سنجیدگی سے غور ہی نہ کرتے کہ آپؐ کس نعمت کی طرف بُلا رہے ہیں۔

بچہ۔ آپ نے بتایا تھا کہ ہر نبی کی قوم اس کی مخالفت کرتی ہے۔

ماں۔ یہ مخالفت نبی کی سچائی کی دلیل بھی ہوتی ہے۔ سرداروں کی دعوت الی اللہ کے سلسلے میں آپؐ سب سے بڑے رئیس عبد یالیل کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بڑا رئیس بھی تھا اور بڑا بدنصیب بھی تھا۔ آپؐ کی دعوت سُن کر بولا "اگر آپ سچے ہیں تو مجھے بات کرنے کی طاقت نہیں اور اگر جھوٹے ہیں تو مجھے بات کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔" ساتھ ہی یہ بھی "مشورہ" دیا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ آپ کی بات کوئی نہ سُنے گا۔ پھر یہ ظُلم کیا کہ شہر کے آوارہ لڑکے آپؐ کے پیچھے لگا دیئے۔ لڑکوں نے پتھروں سے جھولیاں بھر لیں اور شور مچاتے گالیاں دیتے آپؐ کے پیچھے ہو لئے۔ شہر سے باہر تین میل تک وہ پتھر مارتے ہوئے چلے گئے۔ پتھروں سے آپؐ زخمی ہو گئے۔ جگہ جگہ سے خون بہنے لگا۔ خون بہہ بہہ کر آپؐ کے جوتے بھر گئے۔

بچہ۔ یہ تو بہت بُرا ہوا کیسے لوگ تھے جو نیکی اور بھلائی کی باتیں نہ سُنتے تھے نہ سُننے دیتے تھے۔ بلکہ اُلٹا دکھ دیتے تھے۔ پیارے آقاؐ ان سے کچھ مانگتے تو نہیں تھے۔ دیتے ہی تھے۔

ماں ۔ دُنیا میں گناہ گاروں کا یہی دستور رہا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی تشریف لائے سب کو دُکھ دیئے گئے ہمارے آقاؐ کو جو سب نبیوں کے سردار ہیں سب سے زیادہ دکھ دیئے گئے۔ یہ تو آپ کو پتہ ہے کہ جب گمراہی زیادہ ہوتی ہے تو نبی تشریف لاتے ہیں۔ آپؐ کی قوم بھی جاہل تھی اُن کو کئی قسم کے اعتراضات تھے۔ ہمارے جیسا انسان نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر انسان ہی نے نبی ہونا تھا تو پھر خدا تعالیٰ کسی سردار یا رئیس کو نبی کیوں نہیں چنتا۔ ایک کمزور اور غریب کو نبی کیوں بنا دیتا ہے۔ پھر اگر یہ نبی ہی ہے تو اس کے ساتھ امتیاز کے لئے فرشتوں کی فوج ہونی چاہیئے تھی جو مخالفوں کو برباد کرے اور تنگ کرنے والوں کو سزا دے۔

بچہ۔ اللہ پاک ظالم تھوڑا ہی ہے جو سزا دیتا پھرے اور برباد کرتا رہے وہ تو پیار محبت کا سبق دیتا ہے آپ مجھے پیارے آقاؐ کے متعلق بتائیے وہ زخمی تھے۔

ماں ۔ جی بچے آقاؐ زخمی تھے اور دل بھی بے حد اُداس تھا۔ آپؐ اس آس پر گئے تھے کہ مکّہ والوں نے نہیں مانا تو طائف والے مان لیں گے مگر طائف والوں نے تو گستاخی کی انتہا کر دی۔ طائف سے تین میل کے فاصلے پر ایک رئیسِ مکہ عتبہ بن ربیعہ کا باغ تھا۔ آپؐ نے وہاں پناہ لی۔ ایک سایہ دار

جگہ پر ذرا سا سہارا لے کر کھڑے ہوئے اور اللہ پاک سے دُعا کی۔

"اے میرے رب میں اپنی کمزوری، تدبیر کی کمی اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی بے بسی کی شکایت تیرے ہی پاس کرتا ہوں۔ کیونکہ تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔"[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں عتبہ بن ربیعہ کے باغ میں افسردہ کھڑا تھا تو پہاڑوں کا فرشتہ میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ مجھے حکم دیں تو میں وادی کے دونوں پہاڑوں کو گرا کر بستی والوں کو پیس دوں۔ لیکن پیارے آقاؐ جو رحمۃ للعالمین ہیں نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں میں سے ہی ایسے لوگ پیدا فرما دے گا جو اللہ پر ایمان لانے والے ہوں گے۔

بچہ۔ عتبہ بن ربیعہ بھی تو مخالف تھا اس نے تنگ تو نہیں کیا۔

ماں۔ عتبہ کے ساتھ اس کا بھائی شیبہ بھی تھا۔ دونوں سخت مخالف تھے مگر اُس وقت اُن کو اپنی رشتہ داری کا خیال آیا یا قومی غیرت آئی بہرحال اس نے اپنے عیسائی غلام عداس کے ہاتھ آپ کی خدمت میں انگور بھجوائے۔ آپؐ نے عداس کو دیکھا تو سوچا چلو اسی سے بات کرتے ہیں۔ آپؐ نے اُس سے پوچھا کہ تم کس علاقے سے تعلق رکھتے ہو اور کیا مذہب ہے۔ عداس نے بتایا کہ نینوا سے تعلق ہے اور عیسائی ہوں۔ آپ فوراً بولے وہ اللہ کے نبی یونس کا شہر تھا۔ وہ خدا کا نیک اور صالح بندہ تھا۔ عداس بہت حیران ہوا کہ

---

[1] سیرت خاتم النبیین جلد اول صفحہ ۲۴۶

آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں۔ جب آپؐ نے بتایا کہ میں بھی اُسی خدا کی طرف سے دنیا کو بھلائی کی طرف دعوت دینے اور شرک روکنے آیا ہوں تو وہ بہت خوش ہوا اور محبت سے آپؐ کے ہاتھ اور منہ چومنے لگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی خوشی کا سامان کیا۔ یہ منظر دونوں بھائیوں نے بھی دیکھا تھا۔ عداس سے پوچھا کہ یہ سب کیا تھا۔ تو اُس نے بتایا کہ میں نے آپؐ سے ایسی بات سُنی ہے جو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دونوں بھائی بولے یہ تیرے دین کو بھی خراب کرے گا۔

بچہ ۔ آپؐ وہاں کتنی دیر ٹھہرے۔

ماں ۔ بس تھوڑی دیر آرام کے بعد آگے روانہ ہوئے نخلہ پہنچے چند دن وہاں ٹھہرے۔ وہاں سے کوہ حرا آئے اور اس خیال سے کہ طائف کے واقعہ سے مکہ والے زیادہ پریشان نہ کریں۔ مطعم بن عدی کو اطلاع دی کہ میں مکہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ مطعم آپؐ کا رشتہ دار اور عتبہ و شیبہ کا چچازاد بھائی تھا۔ مخالفت کے باوجود شریف فطرت تھا۔ عرب میں ایسا دستور ہے کہ ایسے موقعوں پر انکار نہیں کرتے۔ قبیلے اور رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کے ساتھ مسلح ہوکر کعبہ کے پاس کھڑے ہوگئے اور آپؐ کو پیغام بھیجا کہ آپؐ آجائیں۔ آپؐ تشریف لائے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور پھر اپنے گھر چلے گئے۔

بچہ ۔ عرب میں رشتہ داری کا لحاظ کیسا تھا۔ ابولہب تو آپؐ کا سگا چچا تھا۔

ماں ۔ مگر کچھ بدنصیب بھی تو ہوتے ہیں وہ تو نبوت کے اعلان سے پہلے آپؐ

سے بڑی محبت کرتا تھا۔ اب ایک پُر لطف واقعہ سنو۔ قبیلہ دوس کا ایک تقریب میں مکہ آیا۔ اس کا نام طفیل دوسی تھا۔ قریش مکہ پتہ ہے کیا کرتے تھے جب کوئی باہر سے آتا۔ خاص طور پہ اہم آدمی تو فوراً اس کے پاس جاکر بتاتے کہ ہمارے ہاں ایک آدمی نے فتنہ کھڑا کر دیا ہے اُس کی بات نہ سننا وہ جادوگر ہے۔ حسبِ معمول وہ طفیل دوسی کے پاس گئے اور یہ سب کچھ اُسے سمجھایا اور خوب ڈرایا کہ اگر تم اس کی بات سنو گے تو تمہارا مذہب خراب ہو جائے گا۔ وہ بھائی کو بھائی سے، شوہر کو بیوی سے اور باپ کو بیٹے سے جُدا کر دیتا ہے۔ طفیل کہتے ہیں وہ اتنا خوفزدہ ہوگیا کہ اُس جادوگر کی آواز سے بچنے کے لئے دونوں کانوں میں روئی ڈال لی۔ ایک دن خانہ کعبہ گیا تو دیکھا ایک کونے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عجیب طریق سے عبادت کر رہے ہیں۔ انداز بڑا خوبصورت تھا تھوڑی تھوڑی آواز بھی آرہی تھی۔ میں نے کانوں سے روئی نکال دی۔ بڑا زبردست کلام تھا۔ وہ عبادت سے فارغ ہو کر گھر کی طرف چلے تو میں بھی ساتھ ہو گیا۔ آپؐ نے کلام الٰہی سنایا اور توحید کی تعلیم دی جس کے اثر سے میں فوراً مسلمان ہوگیا۔

بچہ ۔ واہ کتنے مزے کی بات ہے۔ قریش مکہ کی خوب ہار ہوگئی۔

ماں ۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ ہدایت کے دروازے کھول دے وہ دوسروں کے روکنے سے کہاں رُک سکتا ہے۔ طفیل دوسی نے واپسی کی اجازت چاہی اور دُعا کی درخواست کی۔ آپؐ کی دعاؤں کے ساتھ جو اپنی قوم کی طرف واپس گئے اور پیغام توحید دیا۔ آپؓ کے والد اور بیوی تو فوراً مسلمان ہو گئے

جنگِ احزاب کے بعد ستر خاندانوں کے ساتھ مدینے ہجرت کی۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہؓ کا نام سنا ہے جو بہت سی احادیث بیان کرتے ہیں یہ قبیلہ دوس ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

اچھا۔ آپ کو میں اتنی باتیں بتا رہی ہوں آپ بھی مجھے سوچ کر ایک بات بتایئے انسان کیوں پیدا کیا گیا۔ اس کی پیدائش کی کیا غرض ہے۔

بچہ۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اُسی کی اطاعت اور عبادت انسان کی پیدائش کی غرض ہو سکتی ہے۔

ماں۔ ہو سکتی ہے کیوں نہیں بلکہ ہے۔ یقیناً آپ نے درست کہا ہے۔ دراصل عبادت ہی خدا تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے انسان پیدا ہوئے ہیں نبی آئے ہیں۔ وہ یہی بات بتاتے آرہے ہیں کہ انسان خدا کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اُس کا کام ہے خدا تعالیٰ کی اتنی عبادت کرے کہ خدا تعالیٰ سے ملاقات ہو جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ پاک نے ایسی قوتیں رکھی تھیں جو انسان کو اس کے مقام تک پہنچانے والی تھیں۔ پھر آپ کا نمونہ، پاکیزہ اخلاق، بلند کردار، سیرت کی پاکیزگی۔ ایک ایک صفت اتنی مکمل اور خوبصورت کہ اس سے بہتر سوچی ہی نہیں جا سکتی تھی۔ اسی لئے اللہ پاک آپؐ سے بہت پیار کرتا تھا اور خاص سلوک فرماتا تھا۔ آپؐ کو اللہ پاک پہ پورا بھروسہ تھا۔ اسی لئے تو طائف چلے گئے نہ ڈرے نہ خوفزدہ ہوئے۔ اللہ پاک کی خاطر آپؐ کو اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں تھی مسلسل مکہ والوں کے مذاق اور تضحیک برداشت کی۔ کبھی غصہ نہیں آیا

نہ شرمندہ ہوئے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ آپؐ سوتے جاگتے ہر وقت اپنے
رب کے متعلق سوچتے کہ اُس کو کس طرح خوش کریں۔ آپؐ ہر کام میں سوچتے
کہ جو میں کر رہا ہوں اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہے یا نہیں۔ آپؐ کی
اپنی الگ کوئی خواہشات نہ تھیں۔ آپؐ کا سارا وجود خدا تعالیٰ کے لیئے
تھا پھر اپنے وجود کا آرام کیا دیکھنا طائف میں پتھر کھائے۔ آپؐ انسان ہی
تو تھے درد بھی ہوا ہو گا اور تکلیف بھی مگر جب فرشتے نے کہا آپؐ فرمائیں
تو ان کو پیس دیا جائے تو آپؐ نے کمال مہربانی سے منع فرما دیا۔

ہم کہہ سکتے ہیں اس لئے صبر کر لیا کہ انتقام
یا بدلہ لینے کی طاقت ہی نہ تھی۔ یہاں تو آپؐ کے مولا قادر و توانا مالک نے
فرشتے کو بھیجا کہ دو پہاڑوں کو آپس میں ٹکرا کے بستی والوں کو اگر آپؐ فرمائیں
تو سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ طاقت ہونے کے باوجود فرشتے کو منع کرنا عام
انسان کے صبر، حوصلہ اور استقلال کی بات نہیں۔ اور سوچ کا انداز کتنا
حسین کہ ان میں سے ہی خدا تعالیٰ کو ماننے والے پیدا ہو سکتے ہیں۔ حیرت
ہوتی ہے۔ بعض دفعہ تو عقل یہ ماننے پر تیار نہیں ہوتی کہ آپ انسان ہیں۔
کتنا بلند مقام ہے۔ آسمان کی بلندیوں سے بھی بلند اور اونچا۔ سبحان اللہ۔
اللھم صلی علی محمد و بارک وسلم۔

بچہ۔ اللھم صلی علی محمد و بارک وسلم۔ امی جان آسمان کی بلندیوں
سے بھی بلند اور اونچا مقام! میں سمجھا نہیں۔

ماں۔ ہم سمجھ بھی نہیں سکتے تھے مگر اللہ پاک نے اپنے پیارے کا مقام سمجھانے کے

لئے آپ کو ایک روحانی سفر کروایا۔

بچہ۔ روحانی سفر کیا؟

ماں۔ آپ نے کبھی خواب دیکھا ہے؟ آپ تو بہت خواب دیکھتے ہیں۔ کبھی آپ نے خود کو اڑتے ہوئے دیکھا ہے کبھی دُنیا کی سیر کرتے دیکھا ہے۔ ہر جگہ آپ کا جسم نہیں جاتا بلکہ نیند میں آپ یہ نظارے دیکھتے ہیں۔ ایک تو نیند میں خواب ہوتے ہیں۔ دوسرے خواب جیسے نظارے کشف میں نظر آتے ہیں۔ کشف سوتے میں نہیں بلکہ جاگنے کی حالت میں نظر آتے ہیں۔ ذرا سی دیر کو لگتا ہے انسان کا رشتہ اپنے ارد گرد سے کٹ سا گیا اور اُسے کچھ مناظر نظر آتے ہیں۔ نبیوں کے خواب اور کشف بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچے اور الہام کی طرح ہوتے ہیں۔ آپؐ ایک انسان تھے مگر آپ کا مرتبہ بہت اونچا تھا۔ آپؐ سے پیار کے اظہار کے لئے اور بہت سی باتیں سمجھانے کے لئے آپ کو ایک روحانی سفر کروایا گیا جو خواب اور کشف جیسی کیفیت میں ہوا۔

قرآن پاک کی سورہ نجم میں اس کا ذکر ہے۔ آپؐ نے دیکھا کہ حضرت جبرائیل آپؐ کو ساتھ لے گئے ہیں ایک ایک کر کے ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی وہاں موجود انبیاء سے ملاقاتیں ہوئیں پھر جبرائیل آپؐ کو اس سے بھی اوپر لے گئے جہاں کوئی انسان نہیں جا سکتا تھا حتّٰی کہ فرشتہ جبرائیل بھی نہیں اُس مقام کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اس کے آگے کوئی روحانی مقام اور درجہ نہیں بس پھر خدا ہی ہے اور یوں کشفی طور پر خدا تعالیٰ سے آپ کی ملاقات ہوئی باتیں ہوئیں آپؐ نے اپنے پیدا کرنے والے خدا کو دیکھا اس کی آواز سُنی اُس کے

اتنے قریب ہو گئے کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپس میں مل ہی گئے ہوں لیکن
بھی رہے۔ آپؐ بندے اور خدا تعالیٰ کے درمیان واسطہ بن گئے۔ آپؐ
بغیر خدا تعالیٰ سے ملنا ممکن نہیں اسی مقام کو مقامِ خاتم النبیّین بھی کہتے
جہاں انسانیت اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ جہاں نبوت اپنی تکمیل حاصل
ہے اور یہ مقام ہمیشہ کے لئے ہمارے آقا نبیٔ اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ
کو حاصل ہوا۔ اس روحانی سفر کو معراج کہتے ہیں۔

بچہ۔ آپؐ کن انبیاءؑ سے ملے۔

ماں۔ پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ سے ملے۔ دوسرے پر حضرت عیسیٰؑ اور حض
یحییٰؑ سے ملے۔ تیسرے پر حضرت یوسفؑ چوتھے پر حضرت ادریسؑ پانچ
پر حضرت ہارونؑ چھٹے پر حضرت موسیٰؑ اور ساتویں پر حضرت ابراہیمؑ۔
ملے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ایک کمرے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے جس کا
"بیت المعمور" ہے۔ اللہ پاک نے اس سے ملتا جلتا خانہ کعبہ بنایا اور ا
اپنا گھر کہا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ ستّر ہزار فرشتے روزانہ اس گھر کی زیارت
ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ صورت و شکل میں آپؐ سے بہت ملتے ہوئے تھے

بچہ۔ پھر تو آپؐ نے جنّت بھی دیکھی ہوگی۔

ماں۔ آپؐ کو جنت بھی دکھائی گئی اور جنتی بھی پھر دوزخ میں رہنے والوں
حالت بھی دکھائی گئی۔ حتیٰ کہ آپؐ نے اُس کی گرمی کو بھی محسوس کیا۔ ا
روحانی سفر معراج میں اللہ پاک نے مسلمانوں کے لئے پچاس نمازیں فرض ک
آپؐ سے حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ زیادہ ہیں کچھ کم کروائیں کرتے کر

صرف پانچ نمازیں فرض رہ گئیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر پورے ایمان اور
خلوص سے ادا کی جائیں تو پانچ کا بھی پچاس کے برابر ثواب ہو گا۔
(ملخص از ابنِ ہشام جلد اول صنہ ۲۷۰ تا صہ ۲۷۲)

بچہ۔ اس کا مطلب ہے پانچ نمازوں کی پابندی بہت ضروری ہے۔ دُعا کریں
میں ایسی نمازیں پڑھ سکوں کہ خدا تعالیٰ مجھے پیار کرے۔

ماں۔ جی بچے میں تو بہت دعا کرتی ہوں کہ ہم سب انسانیت کا وہ مقام حاصل کر
سکیں جو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے چاہتے ہیں۔

بچہ۔ حضورؐ کو اس سیر میں کتنا مزہ آیا ہو گا۔ کیا ایک ہی دفعہ ایسی سیر کرائی گئی۔

ماں۔ ایک واقعہ اور بھی ہے۔ یہ بھی روحانی سیر کا واقعہ ہے اس میں آپؐ کو
مکہ سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ اس واقعہ کو اسراء کہتے ہیں۔

بچہ۔ قرآنِ پاک کی سورہ بنی اسرائیل میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ اس کی بھی بڑے
مزے کی باتیں ہیں۔ حضرت جبرائیلؑ آپؐ کو ایک سواری جس کا نام بُراق
تھا لے کر چلے راستے میں ایک بڑھیا ملی۔

بچہ۔ سچ مچ کی بڑھیا۔

ماں۔ خواب میں تو یہی لگتا ہے مگر دراصل اس کی تعبیریں ہوتی ہیں۔ خواب یا
کشف میں جو بڑھیا دیکھی وہ نظر تو بڑھیا ہی آئی مگر اس کی تعبیر دُنیا تھی۔
پھر آپؐ کو شیطان ملا جو اپنی طرف بلا رہا تھا۔

بچہ۔ پیارے آقا اور شیطان؟

ماں۔ یہ بھی تو یاد رکھئے کہ یہ سارا نظارہ حقیقی نہیں تھا۔ آپؐ کو سمجھایا گیا کہ بندوں

کے ساتھ شیطان لگا رہتا ہے جس سے بچنا چاہیئے۔ پھر حضرت جبرائیل نے کہا آگے چلئے ـــــــــ آگے ایک جماعت تھی جس نے کہا "اے حاشر تجھ پر خدا کا سلام ہو" آپؐ نے سلام کا جواب دیا۔ تین بار یہ جماعت ملتی اور سلام کرتی رہی اور آپؐ سلام کا جواب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ وہاں آپؐ کو تین پیالے پیش کئے گئے ایک پانی کا، ایک شراب کا اور ایک دودھ کا۔ آپؐ نے دودھ کا پیالہ قبول فرمایا۔ جبرائیل نے بتایا کہ آپؐ نے صحیح انتخاب کیا ہے۔ دودھ کی تعبیر فطرت ہے جسے آپؐ نے پسند فرمایا۔ پھر آپؐ نے حضرت آدمؑ اور بعد کے انبیاؑ کو نماز پڑھائی اور مکہ لوٹ آئے۔ سب انبیاءؑ کو نماز پڑھانے کا مطلب آپ بتائیے۔

بچہ۔ یہی کہ آپؐ سب نبیوں کے امام، سب سے بہتر، سب سے اچھے۔ یعنی خاتم النبیین ہیں۔ یہ واقعات کب ہوئے؟

ماں ۔ معراج کی تاریخ رمضان ۱۲ نبوی اور اسراء کی ربیع الاول سنہ ۱۳ نبوی (ابن سعد) بیان کی گئی ہے۔

بچہ۔ مکہ والے تو آپ کی روحانی سیر سے بہت متاثر ہوئے ہوں گے۔

ماں ۔ مکہ والے بدنصیبوں نے ہمیشہ کی طرح مذاق اڑا دیا۔ مگر سب نے نہیں جن کے دل میں نیکی ہوتی ہے وہ دل میں مانتے بھی ہیں۔ ان کو یہ تو اندازہ تھا کہ آپؐ جو فرماتے ہیں اُسی طرح ہو جاتا ہے مگر اس کو خدا تعالیٰ سے تعلق کا نتیجہ سمجھنے کی بجائے وہ جادوگر کہنے لگے۔ اللہ پاک بھی اپنے پیارے

کو سچا ثابت کرنے کے لئے نشان پر نشان دکھا رہا تھا۔ اُس زمانے میں دو بڑی طاقتور حکومتیں تھیں۔ ایک سلطنت فارس (ایران) اور دوسری سلطنت روم۔ دونوں میں جنگ ہو رہی تھی۔ فارسی حکومت مسلسل فتح حاصل کرتی ہوئی روم کے علاقے فتح کر رہی تھی۔ اپنے پیارے کو اللہ پاک نے بتایا کہ چند سالوں کے بعد روم فارس پر غلبہ پا لے گا اور مومن خوش ہوں گے۔ (سورہ روم) مکہ والوں نے اس خبر پر شرطیں لگالیں کہ اب دیکھتے ہیں یہ بات پوری ہوتی ہے یا نہیں۔ خدا کی بات تو پوری ہونی تھی۔ پوری ہوئی اور کفار کو منہ کی کھانی پڑی۔

بچہ۔ ابوجہل اور ابولہب تو خدائی نشانوں کے سامنے بے بس ہو گئے ہوں گے۔

ماں ۔ اُن کا حال تو پوچھو ہی نہ۔ وہ تو جیسے دیوانے ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نشان پر نشان دکھا رہا تھا۔ اور ساتھ ہی بشارتیں عطا کر رہا تھا کہ فتح مسلمانوں کی ہی ہوگی۔ اپنے خاص فضلوں اور رحمتوں کے ساتھ اپنے رستے میں دکھ اُٹھانے والوں کو کامیابیاں عطا فرما رہا تھا۔ آہستہ آہستہ ایک خدا کو ماننے والوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اہل مکہ نے توجہ نہ دی۔ طائف والوں نے کان نہ دھرا تو آپؐ نے دوسرے قبائل کو دعوتِ اسلام دینی شروع کی۔ حج کے موقعہ پر آنے والے حاجیوں سے مکہ اور منیٰ میں ملاقاتیں کرتے اور عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز میں بڑے بڑے میلوں کے وقت آپؐ تشریف لے جاتے۔ لوگوں کے ہجوم میں داخل ہو جاتے اور ایک خدا کی طرف بلاتے۔ اسی طرح قبائل کے سرداروں کو اُن کے محفل لگانے کی

جگہوں پر جا کر اللہ کا پیغام دیتے۔

بچہ ۔ آپؐ کے ساتھ کون ہوتا ؟

ماں ۔ کبھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، کبھی حضرت علی رضؓ کبھی زید رضؓ بن حارثہ ساتھ ہوتے کبھی آپؐ اکیلے بھی تشریف لے جاتے۔ ابولہب یہ تماشا کرتا کہ جدھر آپؐ تشریف لے جاتے پیچھے پیچھے جاتا اور شور کرتا رہتا تاکہ لوگ آپ کی بات نہ سن سکیں۔ اسی طرح ابوجہل بھی پیچھے پیچھے شور مچاتا ہوا جاتا، لوگو اس کی بات نہ سُننا یہ دین سے پھر گیا۔ یہ تمہیں بھی تمہارے دین کو بھی خراب کرے گا، یہی نہیں وہ زمین سے اُٹھا کر مٹی آپؐ کے اوپر ڈالتا اور گالیاں بکتا لوگ کہتے ضرور ایسا ہی ہوگا ورنہ یہ رشتہ دار اور قبیلہ کے لوگ ایسے کیوں کہتے آپؐ کئی قبیلوں کے پاس گئے مگر اُن بدنصیبوں نے اپنے نبیؐ کی بات کو ٹھکرا دیا۔ آپؐ ایک ایک در کھٹکھٹاتے رہے شاید کہیں کوئی سُنے مگر وہ دُنیا دار لوگ تھے۔ ایک قبیلے کا نام بنو عامر تھا آپؐ وہاں تشریف لے گئے۔ ساری باتیں انہوں نے سُنیں بلکہ ایک شخص بحیرہ بن فراس نے آپؐ کی صلاحیتیں دیکھ کر کہا۔ اگر یہ شخص میرے ہاتھ آ جائے تو میں سارا عرب فتح کرلوں۔ اُس نے آپؐ سے پوچھا۔ اگر ہم نے تمہارا ساتھ دیا اور تم مخالفوں پر غالب آ گئے تو تمہارے بعد حکومت میں سے ہمیں کیا ملے گا۔

بچہ ۔ آپؐ نے کیا جواب دیا۔

ماں ۔ آپؐ نے فرمایا دینا لینا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہے عطا کرے آپؐ کا جواب تو بہت معقول تھا مگر وہ کیا سمجھتا۔ تڑ سے بولا۔ مخالفوں سے مقابلہ

ہم کریں اور حکومت غیروں کو ملے۔ جاؤ ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ۔ ایک شخص مسیلمہ تھا اس کا تعلق بنو حنیفہ سے تھا یہ یمامہ کا رہنے والا تھا۔ اس قبیلے نے بھی بڑی سختی سے انکار کیا تھا بلکہ مسیملہ نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا۔ تاریخ نے اسے مسیلمہ کذاب کے نام سے یاد رکھا۔ اللہ پاک نے تو اپنے نبیؐ کی شان کو دُنیا پر ظاہر کرنا تھا اور اس کے لیے انتظام بھی کر رکھا تھا۔

بچہ۔ کیا کوئی پیشگوئی آپؐ کی آمد کے متعلق تھی ۔

ماں ۔ جی ہاں، ہزاروں سال پہلے توریت میں ایک عظیم شان والے نبیؐ کی خبریں دی گئی تھیں یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اپنے وطن سے ہجرت کرے گا جہاں ہجرت کر کے جائے گا اُس کی خبر بھی دی گئی تھی۔ وہ علاقہ یثرب کا علاقہ تھا جو مکہ سے قریباً اڑھائی سو میل کے فاصلے پر تھا۔ اُن یہودیوں نے جو یہ سب جانتے تھے اِدھر اُدھر سے آکر یثرب میں آباد ہونا شروع کر دیا اور ارد گرد کے قبیلوں پر رعب بھی ڈالا کرتے تھے کہ ساری دنیا کو فتح کرنے والے بڑے نبی کی آمد کے دن آ گئے ہیں ہم اُن سے مل کر تم کو خوب سزائیں دیں گے۔ اُن دنوں چونکہ آپؐ پیدا ہو چکے تھے وہ نشانیاں پوری ہوتی سب دیکھ رہے تھے اس لئے بہت ذکر رہتا کہ موعود نبی آنے والے ہیں۔ کبھی کبھار کوئی مسافر ذکر کرتا کہ مکہ میں ایک شخص نے اللہ کا نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے مگر ملاقات کسی کی نہیں ہوئی تھی۔ یثرب میں دو قبیلوں اوس اور خزرج میں لڑائی رہتی تھی۔ ان میں سے کچھ لوگ اس غرض سے مکہ آئے کہ کچھ مدد مانگیں

گئے۔ آپؐ سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی۔ ایک نو
ایاس نے آپؐ کی تائید میں رائے دی مگر اُس کے سردار نے چپ کرا دیا
ہیں جب ایاس فوت ہوا تو اُس کی زبان پر کلمہ توحید تھا۔ یہ قبیلہ اوس
پہلا پھل تھا۔ پھر وہاں زبردست جنگ چھڑ گئی یہ جنگ بُعاث کے
سے مشہور ہے۔ دونوں قبائل کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔

بچّہ ۔ اسلام کے پیغام کا کیا ہوا ؟

ماں ۔ اُسی طرف آ رہی ہوں ۱۱ نبوی رجب کے مہینے میں ایک دفعہ مد
یثرب کے لوگوں سے مکہ میں ملاقات ہوئی۔ آپؐ نے بڑی محبت سے
کیا آپ میری باتیں سُن سکتے ہیں۔ پھر آپؐ نے قرآنِ پاک کی کچھ آیات
اور توحید کی طرف بلایا۔ اُن لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا آپ
میں مشورہ کیا وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ نبیؐ ہے جس کی وہ انتظار کر رہے تھے
انہوں نے سوچا اگر ہم انہیں نہیں مانتے تو ایسا نہ ہو کہ دوسرے مان لیں
ہم سے بڑے ہو جائیں ہم دیکھتے رہ جائیں۔ یہ چھ لوگ تھے۔ سب ا
لے آئے۔

بچّہ ۔ بے حد خوشی ہو رہی ہے۔ پیارے آقا کس قدر خوش ہوئے ہوں گ
ان کے نام کیا تھے۔

ماں ۔ ۱۔ ابو امامہؓ اسعد بن زرارہ بنو نجار سے سب سے پہلے ایمان لائے
۲۔ عوفؓ بن حارث بھی بنو نجار سے تھے یہ آپؐ کے دادا عبدالمطلب
ننھیال کا قبیلہ تھا۔ (۳) رافعؓ بن مالک بنو زریق سے (۴) قطبہؓ بن عا

سلمٰی سے (۵) عقبہ رضؓ بن عامر بنی حرام سے اور (۶) جابر رضؓ بن عبداللہ بنی عبید سے تھے۔ ان میں سے رافع رضؓ بن مالک کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت تک نازل ہونے والا قرآنِ مجید بھی عطا فرمایا۔ ان پاک انسانوں نے یثرب میں اسلام کا پیغام پھیلایا۔ آپؐ کو بڑا حوصلہ دے کر گئے کہ ہم ہر حال میں آپؐ کا ساتھ دیں گے۔

بچہ ۔ واقعی خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اُس نے کن سے اور کب کام لینا ہے۔

ماں ۔ جب سب طرف سے مایوسی ہو۔ ہر دروازہ بند ہو جائے۔ تو پھر قادر خدا ایسا راستہ کھولتا ہے جو کسی کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ مکہ والوں نے ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی۔ صحابہ کرامؓ اپنے خدا تعالیٰ کے بھروسہ پر ہر حال میں صبر وشکر کرتے تھے۔ اتنا ضرور تھا کہ آپؐ کے انداز دیکھ کر لوگوں کے دلوں پر رُعب طاری ہونے لگا تھا۔ مگر بدبختی آڑے آتی اُدھر یثرب میں گھر گھر اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ آپ چھ احباب کے لئے دُعا کرتے اور منتظر تھے کہ پھر حج کے دن آئیں اور اُن کی طرف سے خیر کی خبریں ملیں۔

بچہ ۔ اللہ کرے بہت سے لوگ آکر مسلمان ہو جائیں۔

ماں ۔ پھر حج کے دن آئے آپؐ منٰی کی جانب عقبہ کی گھاٹی میں پہنچے تو آپؐ کو یہ دیکھ کر بہت سکون ملا کہ یثرب سے ایک چھوٹی سی جماعت آئی ہوئی تھی پہلے والوں میں سے پانچ اور سات نئے خوش نصیب آئے تھے۔ پیارے آقاؐ

نے ان سے حالات معلوم کئے پھر ان کی بیعت لی۔ اس طرح یثرب میں ایک جماعت اللہ اور رسولؐ کو ماننے والی بن گئی۔

بچہ۔ بیعت کے الفاظ کیا تھے؟

ماں۔ "ہم خدا کو ایک مانیں گے۔ شرک نہیں کریں گے چوری اور زنا سے بچیں گے قتل نہیں کریں گے۔ بہتان نہیں باندھیں گے اور ہر ایک کام میں آپؐ کی اطاعت کریں گے۔" اُس وقت تک تلوار کا جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ یہ بیعت ذی الحج ۱۲ سنہ نبوی میں ہوئی اور چونکہ عقبہ کے مقام پر ہوئی تھی اس لئے بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ عقبہ بلند پہاڑی رلستے کو کہتے ہیں۔ آپؐ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ دین کی باتیں سکھانے، قرآن مجید پڑھانے اور نماز سکھانے کے لئے روانہ فرمایا۔ ان کے جانے سے یثرب میں باقاعدہ تبلیغ کا کام ہونے لگا۔ اسعد بن زرارہ کا گھر پہلا تبلیغی مرکز بنا ایک مرکز بنانے سے بڑا فائدہ ہوا ایک تو مسلمان مل جل کر رہنے لگے دوسرے جس کو اسلام کے متعلق معلومات لینی ہوتی تھیں یا اسلام قبول کرنا ہوتا تھا وہیں آجاتا۔ آپ کو یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ بعض دفعہ پورا پورا قبیلہ ایک دن میں اسلام لے آتا۔ مثلاً بنو عبد الاشہل کا قبیلہ ایک دن میں اسلام لے آیا۔

بچہ۔ کیسے؟ مجھے کچھ تفصیل بتائیے۔

ماں۔ قبیلہ اوس کے ایک سردار سعد بن معاذ کو حضرت مصعبؓ بن عمیر کا یثرب میں تبلیغ کرنا پسند نہ تھا۔ لیکن اسعدؓ بن زرارہ اُن کے خالہ زاد بھائی تھے اُن

کی حمایت کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے ایک اور رشتہ دار اُسید بن الحُضَیر کو حضرت مصعب بن عمیرؓ کے پاس بھیجا تاکہ اُنہیں منع کریں۔ اُسید نے بڑے غصے سے بات شروع کی۔ اسعد نے آہستگی سے مصعبؓ سے کہا یہ اپنے قبیلے کے ایک بااثر رئیس ہیں۔ ان سے بہت نرمی اور محبت سے بات کرنا چنانچہ حضرت مصعبؓ نے بڑی محبت اور عزت سے بٹھا کر قرآنِ کریم سنایا۔ اُسید تو وہیں مسلمان ہو گئے۔ اور جا کر سعدؓ بن معاذ کو بھیجا یہ بھی بڑے سردار تھے اور خیال تھا اگر سعدؓ اسلام قبول کرلیں گے تو پورا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا۔ سعدؓ بہت زیادہ غصے میں آئے اور تیزی سے بولنا شروع کیا۔ حضرت مصعبؓ نے بڑی محبت پیار سے بٹھایا قرآنِ پاک سنایا اور اسلام کی دعوت دی۔ سعدؓ تو فوراً غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ پھر اُسیدؓ اور سعدؓ دونوں اپنے قبیلے کے پاس آئے سعدؓ نے پوچھا۔ اے بنی عبدالاشہل تم مجھے کیسا جانتے ہو۔ سب نے کہا آپ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں ہمیں آپ کی بات پر کامل اعتماد ہے۔ پھر آپؓ نے اسلام کا پیغام دیا جو سب نے قبول کرلیا۔ سب بُت توڑ دیئے گئے۔

بچہ۔ جب آپ یثرب کے حالات بتاتی ہیں مجھے خوشی ہوتی ہے مگر دل اٹکا ہوتا ہے آپؐ ہیں اور مکہ کے حالات ہیں۔

ماں ۔ مکہ میں وہی بدنصیبی تھی۔ ضد، تکبر، حسد، دشمنی سب نے مل کر مسلمانوں کے حالات بڑے دردناک بنا دیئے تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک ظلم اُن کو سوجھتا

حضرت مصعبؓ کتنے کامیاب مبلغِ اسلام تھے مگر مکہ میں ان کی ماں مشرکہ تھیں۔ جب ایک سال کے بعد یثرب سے واپس آئے تو ماں نے کہلایا کہ پہلے مجھے آکر ملیں۔ مگر مکہ میں ماں سے بھی محبوب ہستی رہتی تھی وہ پہلے پیارے آقاؐ کے پاس تشریف لے گئے سال بھر کے حالات سنائے پھر ماں کے پاس گئے۔ اُس نے بہت شکوہ کیا روئی پیٹی۔ حضرت مصعبؓ نے کہا اگر آپ بھی مسلمان ہو جائیں تو سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ وہ تو چیخنے لگی ستاروں کی قسم میں تو کبھی نئے دین میں داخل نہیں ہوں گی اور رشتہ داروں سے کہا اس کو پکڑ لو لیکن وہ بھاگ کر اپنے پیارے آقاؐ کے پاس آ گئے۔

بچہ۔ اس سال حضرت مصعبؓ کے ساتھ کتنے لوگ حج کے لئے آئے تھے۔

ماں۔ ویسے تو کئی سو آئے تھے لیکن ان میں ستر (۷۰) ایسے تھے جو یا تو مسلمان ہو چکے تھے یا مسلمان ہونے کے لئے تیار تھے۔ پیارے آقاؐ کو علم ہوا کہ یثرب سے مزید لوگ آ رہے ہیں۔ آپؐ نے آدھی رات کو عقبہ کی گھاٹی میں اُن سے ملنے کا پروگرام بنایا۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے چچا عباسؓ بھی آئے۔ اوس اور خزرج کے لوگ ایک ایک دو دو کر کے گھاٹی میں پہنچے تاکہ کسی کو شبہ نہ ہو۔ حضرت عباسؓ نے بات شروع کی۔ "اے گروہ خزرج! محمدؐ اپنے خاندان میں معزز و محبوب ہے۔ ہمارا خاندان اس کی حفاظت کا ضامن رہا ہے۔ ہر خطرہ میں ان کے لئے سینہ سپر ہوا ہے مگر اب یہ وطن چھوڑ کر تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر اپنے پاس لے جانے کی خواہش ہے تو تمہیں ہر

طرح ان کی حفاظت کرنا ہوگی۔ ہر دشمن سے لڑنا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ انہیں ان کے دشمنوں کے حوالے کر دو۔ اگر تیار ہو تو بہتر ورنہ ابھی جواب دے دو۔ (سیرۃ النبیؐ از شبلی نعمانی حصہ اول ص۲۶۴، ۲۶۵)

البراء بن معرور ایک بزرگ اور عمر رسیدہ شخص تھے نے کہا "عباسؓ ہم نے تمہاری بات سُن لی ہے۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہؐ خود بھی اپنی زبانِ مبارک سے کچھ فرما دیں جو ذمہ داری ہم پر ڈالنا چاہتے ہیں بیان فرما دیں۔"

بچہ۔ پیارے آقاؐ نے کیا فرمایا۔

ماں۔ پیارے آقاؐ نے سب سے پہلے قرآن پاک کی آیات کی تلاوت کی پھر مختصر سی تقریر میں اسلام کی تعلیم بیان فرمائی۔ پھر اللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کی بات کی اور فرمایا۔ "میں اپنے لئے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ جس طرح تم اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح اگر ضرورت پیش آئے تو میرے ساتھ بھی معاملہ کرو۔" البراء بن معرور نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا ہے ہم اپنی جانوں کی طرح آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ ابو الہیثم نے کہا" یا رسول اللہؐ یثرب کے یہودیوں کے ساتھ پرانے تعلقات ہیں وہ آپؐ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے ختم ہو جائیں گے ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپؐ کو غالب کر دے تو آپؐ ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن چلے جائیں۔

آپؐ مسکرائے اور فرمایا۔" ایسا کبھی نہیں ہوگا تمہارا خون میرا خون۔ تمہارے دوست میرے دوست اور تمہارے دشمن میرے دشمن ہوں گے" اس

پر عباس بن عبادہ انصاری بولے۔ اس عہد کے معنی جانتے ہو۔ ہر کالے گورے کے مقابلہ کے لئے ہر قربانی کے لیئے تیار رہنا ہوگا۔ سب بولے ہم جانتے ہیں۔ لیکن اے خدا کے رسولؐ ہمارا اجر کیا ہوگا فرمایا۔" خدا کی جنت جو سارے انعاموں سے بڑھ کر ہے" سب نے ایک ساتھ کہا۔ ہمیں یہ سودا منظور ہے آپ اپنا ہاتھ آگے کریں اور اس طرح ستّر (۷۰) مخلصین اسلام میں داخل ہوئے۔

بچہ۔ پھر اُنہوں نے یہ عہد نبھایا۔

ماں۔ خدا گواہ ہے کہ اُن کے مال، جانیں، عزیز سب ہمارے آقاؐ پر نثار ہوئیں۔ یہ عہد کے پکّے رہے۔ اور رسولِ خداؐ نے بھی اپنا عہد خوب نبھایا۔

جب یہ لوگ جانے لگے تو آپ نے بارہ صحابہؓ کو قبیلوں پر نگران مقرر فرمایا۔ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ نے اہلِ یثرب کو سمجھایا کہ احتیاط اور ہوشیاری سے کام لینا۔ قریش کے جاسوس اِدھر اُدھر موجود ہیں اتنے میں کوئی بولا" اے قریش تمہیں کچھ خبر ہے۔ یہاں اپنے دین سے پھرنے والے تمہارے خلاف عہد و پیمان کر رہے ہیں۔"

بچہ۔ اوہ ہو پھر کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا۔

ماں۔ نہیں ہمارے پیارے آقاؐ کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ تھا۔ بڑے اطمینان سے اُن کو رخصت کیا۔ ہاں یہ فرمایا کہ جس طرح ایک ایک دو دو کر کے آئے تھے ویسے ہی واپس چلے جاؤ۔ عباس بن نضلہ انصاری نے کہا اگر آپؐ ہمیں حکم دیں تو ہم انہیں مزہ چکھا دیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے اس کی اجازت

نہیں ہے پھر آپؐ بھی حضرت عباسؓ کے ساتھ واپس چلے گئے۔

بچہ۔ قریش مکہ نے کوئی کارروائی تو ضرور کی ہوگی۔

ماں ۔ جی وہ اہلِ یثرب کی قیام گاہ پہ گئے اور کہا کہ سُنا ہے تمہارا محمدؐ سے کوئی معاہدہ ہوا ہے مگر اکثر کو تو علم ہی نہیں تھا۔ انہوں نے صاف کہا کہ نہیں ایسا کوئی معاہدہ نہیں ہوا۔ اور وہ یثرب کی طرف روانہ ہوگئے لیکن قریش کو کسی طرح اس خبر کی تصدیق ہوگئی۔ قافلہ تو نکل چکا تھا صرف سعد بن عبادہ جو پیچھے رہ گئے تھے پکڑے گئے۔ اُن کو مکہ کے پتھریلے میدان میں لاکر خوب مارا پیٹا۔ سر کے بالوں سے پکڑ کر اِدھر اُدھر گھسیٹا۔ آخر ان کے دوستوں جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب نے اُن کو چھڑایا۔

بچہ ۔ اُن ظالموں کو مار پیٹ کے سوا بھی کچھ آتا تھا ..... آپ نے بتایا تھا کہ حضرت عباسؓ نے کہا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ یثرب کے پاس جانا چاہتے تھے کیا ایسا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم آیا تھا۔

ماں ۔ جی ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپؐ کو مکہ سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ جانا ہوگا۔ ساتھ ہی ہجرت کی جگہ بھی دکھائی گئی تھی جو ایک باغوں اور چشموں والی جگہ تھی۔ آپؐ نے سوچا ایسی جگہ تو یمامہ یا ہجر ہوسکتی ہے مگر جب اسلام یثرب میں پھیلنے لگا تو آپؐ پر کھلا کہ ہجرت کی جگہ تو یثرب ہوسکتی ہے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ جس کے لئے ممکن ہو یثرب کی طرف ہجرت کر جائے۔ یثرب جانا حبشہ کی نسبت آسان تھا۔ قریش کا دیکھا بھالا علاقہ تھا۔ آپس میں رشتہ داریاں اور

دوستیاں تھیں - تجارتی معاملات میں بھی لین دین چلتا تھا۔ مکّہ میں ستائے ہوئے لوگ تھوڑے تھوڑے قافلوں کی صورت میں یثرب جانے لگے - خالی مکانات دیکھ کر مکہ کے کافروں کو دُکھ ہوتا مگر ظلموں کا احساس نہ ہوا۔ اُلٹا پیارے آقاؐ پر غصہ نکالتے کہ کیسا نیا دین لے کر آیا کہ یہ جدائیاں ڈال دیں۔

بچّہ - اللہ تعالیٰ کتنا پیارا ہے - بچارے منظلوم مسلمانوں کے لئے ایک راہ نکال دی مگر وہ وہاں جاکر کہاں ٹھہرتے ہوں گے -

ماں - یثرب میں اسلام اور مسلمانوں سے محبت نے عجیب پیار بھری فضا پیدا کر دی تھی۔ وہ آپؐ کی صحبت میں تربیت پانے والے مہاجرین کو ایک نعمت سمجھتے۔ اصرار سے ٹھہراتے اور ہر طرح آرام پہنچاکر خوشی محسوس کرتے۔ مکّہ سے اکثر مسلمان یثرب پہنچ گئے۔ صرف آپؐ، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت علی رضؓ کے گھر والے رہ گئے یا ایسے کمزور افراد ہجرت کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے یا وہ جن کو قریش نے تقریباً قید کر رکھا تھا نکل نہ سکتے تھے۔

بچّہ - پھر تو قریش کے لئے آپؐ کو ستانا اور بھی آسان ہو گیا ہو گا۔

ماں - جی ہاں وہ یثرب میں اسلام کے طاقتور ہونے کی خبر سے بھی بہت فکر مند تھے۔ اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاکر کوئی ایسا فیصلہ کریں کہ آپؐ کو زندہ ہی نہ چھوڑیں۔ کوئی منصوبہ سوچنے کے لئے وہ دارالندوہ میں جمع ہوئے یہ ایک قومی مرکز تھا جو قصی بن کلاب نے تعمیر کروایا تھا۔ ان کی تعداد سَو بڑے بڑے سردار اور ایک علاقہ نجد کا شیطان صفت بوڑھا بھی موجود تھا۔ ایک سے ایک ظالم مخالف جمع تھا۔ ابوجہل، ابوسفیان،

امیہ بن خلف، ابوالبختری۔ کوئی کہہ رہا تھا زنجیروں سے باندھ کر کمرے میں بند کر دیں خود ہی ختم ہو جائے گا۔ کسی کا خیال تھا وطن سے نکال دیں۔ ابوجہل کی تجویز سب کو پسند آئی کہ قریش کے ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان لے کر ایک پارٹی بنائی جائے جو ایک ہی وقت میں تلواروں سے حملہ کر دے اس طرح آپؐ کا قبیلہ کس کس سے لڑے گا۔ سب قبیلے مل کر خون بہا ادا کر دیں گے۔ قصہ ختم۔ چنانچہ اُسی رات اس منصوبے پر عمل کرنے کی تجویز بھی منظور ہو گئی۔

بچہ۔ آپؐ کو تو خبر بھی نہیں ہو گی کہ کیا منصوبے بن رہے ہیں۔

ماں۔ آپؐ کے ساتھ تو سب سے باخبر، بنیر و علیم خدا تھا۔ اُس نے حضرت جبرائیل کے ذریعے ہر بات کی آپؐ کو اطلاع دے دی۔ ساتھ ہی اجازت دے دی کہ آپ آج کی رات مکہ میں نہ گزاریں۔ یثرب کی طرف ہجرت کر جائیں اُن دنوں عرب میں گرمی کا موسم تھا اجازت ملتے ہی آپ دوپہر کے وقت اپنے دوست ابوبکر صدیق رضؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ عام طور پر اُن کے گھر صبح یا شام کو جایا کرتے تھے۔ دوپہر کو آپؐ کی تشریف آوری سے حضرت ابوبکر رضؓ سمجھ گئے ضرور کوئی بات ہے۔ آپؐ نے آتے ہی فرمایا کوئی غیر شخص ہو تو اُس کو باہر بھجوا دیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے بتایا کہ آپؐ کے گھر ہی کے لوگ ہیں اُن کی مراد حضرت عائشہ رضؓ سے تھی۔ چونکہ آپؐ کا نکاح ہو چکا تھا اس لئے وہ تو آپؐ ہی کے گھر کی ہوئیں۔ آپؐ نے اطمینان کرنے کے بعد فرمایا:۔

"مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہؐ مجھے بھی ساتھ رکھئے گا۔"

آپؐ نے فرمایا "ہاں"۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کبھی کسی کو خوشی سے روتے نہیں دیکھا تھا مگر اُس روز میرے والد کے خوشی سے آنسو بہہ رہے تھے۔ (طبری، ابن ہشام جلد ۱ صـ۳۲۴)

بچہ۔ حضرت ابوبکرؓ بڑے خوش نصیب تھے۔ پھر کیا ہوا؟

ماں۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھدار بھی بہت تھے۔ انہوں نے اچھے چارے کھلا کر ہجرت کی خاطر دو اونٹنیاں خوب پالی ہوئی تھیں تاکہ وہ زیادہ دیر سفر کر سکیں۔ جب سُنا کہ ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ادب سے درخواست کی کہ جو اونٹنی دونوں میں سے آپؐ کو پسند ہو قبول فرمالیں۔ آپؐ نے ایک اُونٹنی پسند فرمائی اور اصرار کر کے اُس کی قیمت بھی ادا کر دی۔ اب ہجرت کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے گھر آئے۔ حضرت علیؓ کو بلایا اور سمجھایا کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے مگر میرے پاس مکّہ والوں کی امانتیں پڑی ہیں۔ تم یہ امانتیں دے کر یثرب آجانا۔ مگر آج کی رات میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو رہنا۔ گھبرانے اور پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خود حفاظت کرے گا۔

دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو کہا کہ تم

سارا دن شہر میں گھومتے پھرتے رہو اور لوگوں کی باتیں سنو۔ شام کو آکر بتانا کہ لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ اپنے نوکر عامر بن فہیرہ کو کہا کہ سارا دن مکہ والوں کے ریوڑوں کے ساتھ اپنا بکریوں کا ریوڑ چراتے رہنا اور شام کو غار کے پاس لے آنا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دودھ مل سکے۔ اپنی بیٹی حضرت اسماءؓ کو کھانا تیار کر کے لانے کے متعلق ہدایات دیں۔ رات ہوئی۔ آپؐ کے گھر کے اردگرد قریش کے نوجوان تلواریں لے کر جمع ہونے لگے۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لیٹنے کو کہا اپنی سُرخ چادر اُن پر ڈالی۔ ایک برتن میں مٹی لی۔ سورہ یٰسین کی آیات کی تلاوت کرتے ہوئے گھر سے نکلے۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ کے کام کافروں پر ایسی نیند طاری ہوئی کہ اُنہیں پتہ ہی نہ چلا کب آپؐ تشریف لے گئے آپ جاتے جاتے اُن کے سروں پر خاک ڈال گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنے گھر سے نکلے اور ایک مقررہ جگہ پر پہنچے۔ آبادی سے دُور ایک بنجر پہاڑی کے دامن میں کافی اونچی جگہ پر ایک غار تھی جس کا نام غارِ ثور ہے آپؐ اور آپؐ کے دوست (حضرت ابوبکر صدیقؓ) نے اس غار میں پناہ لی۔ پہلے حضرت ابوبکرؓ نے غار کو صاف کیا پھر آپؐ داخل ہوئے۔

بچہ - یہ غار مکہ سے کتنی دُور ہے۔

ماں - غار ایک پہاڑی میں ہے۔ پہاڑی کا نام جبل ثور ہے مکہ سے جنوب کی طرف ہے۔ اس کا راستہ آسان نہیں بڑا پتھریلا ہے۔ دوسری طرف آپؐ پر حملہ کرنے کے لئے تیار جوان تھوڑی دیر میں گھر کے اندر

اندر جھانکتے اور دیکھتے کہ بستر پر آپؐ سوئے ہوئے ہیں تو مطمئن ہو جاتے۔ صبح انہیں پتہ لگا کہ حضورؐ تو نکل گئے حضرت علیؓ کو کچھ مارا پیٹا گلیوں مکانوں میں تلاش کیا مگر ناکام رہنا تھا۔ ناکام رہے۔ ایک ضروری بات بتانا تو میں بھول گئی جب آپؐ گھر سے نکلے تو مکہ کی گلیوں سے گزرتے ہوئے آپؐ کی نظر پیارے خانہ کعبہ پر پڑی تو بہت دکھی ہوئے اور فرمایا:

"تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے حالانکہ تو مجھے بہت عزیز ہے۔"

بچہ۔ کتنی دکھ کی بات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔

ماں ۔ اللہ کے پیاروں کو بڑی آزمائشیں آتی ہیں۔ اب سنو مکہ والوں کی ناکامی کا حال۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش نہ کر سکے تو اعلان کیا کہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اسے سو سرخ اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سرخ اونٹ بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ اتنے بڑے انعام کا سن کر بہت سے لوگ قسمت آزمانے نکلے۔ رؤسائے قریش نے کھوجیوں کی مدد لی۔ اس زمانے میں ایسے ماہر ہوتے تھے جو پاؤں کے نشان دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ کوئی کدھر گیا ہے۔ کھوجی پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ اور کہا یا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہیں کہیں پاس ہی چھپا ہوا ہے یا پھر آسمان پر اڑ گیا ہے۔ کسی نے کہا غار کے اندر بھی جھانک لو۔ کوئی دوسرا بولا یہ ایک اندھیری گندی اور خطرناک غار ہے۔ اس میں کوئی کیسے چھپ سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت سے آپؐ کے

اندر جاتے ہی غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور غار کے عین سامنے ایک کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے تھے کسی نے اُس جالے اور انڈوں کی طرف اشارہ کر کے کہا اس غار میں کوئی کیسے جاسکتا ہے اس کے منہ پر تو مکڑی نے جالا بنایا ہوا ہے۔ اور کبوتری نے انڈے دیئے ہوئے ہیں یہ سن کر قریش کا کوئی شخص آگے نہیں بڑھا اور وہیں سے سب لوگ واپس چلے گئے (زرقانی و تاریخ خمیس) آپ تین دن اسی غار میں رہے۔

بچہ۔ اوہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

ماں۔ ہاں بچے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے پتہ ہے جب یہ لوگ باتیں کر رہے تھے تو غار کے اندر سے اُن کے پاؤں نظر آرہے تھے اور آوازیں بھی آرہی تھیں۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے گھبرا کر آہستہ سے آپؐ سے کہا "یا رسول اللہؐ! قریش اتنے قریب ہیں کہ ان کے پاؤں نظر آرہے ہیں اور اگر وہ ذرا آگے ہو کے جھانکیں تو ہم کو دیکھ سکتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:-

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے

پھر فرمایا" ابو بکر تم ان دو شخصوں کے متعلق کیا گمان کرتے ہو جن کے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ (بخاری کتاب مناقب المہاجرین)

حضرت ابو بکر رضؓ کی آواز بھرا گئی اور آپ نے فرمایا" یا رسول اللہؐ اگر میں مارا جاؤں تو بس ایک اکیلی جان ہوں لیکن اگر خدانخواستہ آپؐ پر کوئی

آنچ آئے تو پھر تو گویا ساری اُمت کی اُمت مٹ گئی ۔"

بچہ ۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے کو ہدایت کی تھی کہ خبریں دیں ۔ کیا وہ نہیں آئے تھے ۔

ماں ۔ عبداللہ بن ابو بکر رات کو اندھیرا ہوتے ہی غار میں آجاتے سب خبریں دیتے رات وہیں گزارتے اور صبح سویرے واپس چلے جاتے ۔ اسی طرح عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے ہوئے اُدھر آجاتے اس طرح دودھ کا انتظام ہو جاتا ۔ حضرت اسماء کھانا لے آئیں ۔ تیسرے دن صبح کے وقت غار سے نکلے (بخاری باب الہجرت) یہ پیر کا دن تھا ۔ چار ربیع الاول ۱۴ سنہ نبوی ۶۲۲ سنہ عبداللہ بن اریقط جن کو پہلے سے پروگرام بتا دیا گیا تھا دونوں اونٹنیاں لے کر پہنچ گئے (بخاری باب الہجرت) ایک اونٹنی جس کا نام القصوا تھا پر آپؐ سوار ہوئے دوسری پر حضرت ابو بکرؓ اور عامر بن فہیرہ سوار ہوئے روانہ ہوتے وقت آپؐ نے مکہ کی طرف آخری نظر ڈالی اور حسرت سے کہا ۔

" اے مکہ کی بستی تو مجھے سب جگہوں سے زیادہ عزیز ہے پر تیرے لوگ مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے ۔" (مسند احمد و ترمذی بحوالہ زرقانی)

اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے کہا ۔" ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے ۔ اب یہ ضرور ہلاک ہوں گے ۔" (ترمذی و نسائی بحوالہ زرقانی)

دونوں ساتھی دشمن سے بچنے کے لئے اصل راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر کے قریب قریب یثرب کی طرف روانہ ہوئے برابر ایک رات اور دوسرے دن کا کچھ حصہ چلتے رہے ۔ دوسرے دن شدید گرمی میں ایک پتھر کے سائے میں

میں کچھ آرام کیا اتنے میں ایک چرواہا اُدھر سے گزرا تو حضرت ابوبکرؓ نے
اُس سے دُودھ لے کر پانی میں ٹھنڈا کر کے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔
حضورؐ آرام فرما کر اُٹھے تھے ٹھنڈا دودھ پیا جس سے حضرت ابوبکرؓ بہت
خوش ہوئے۔ پھر یہ قافلہ آگے چلا۔

بچہ۔ اب یہ تو اطمینان تھا کہ خطرے سے نکل آئے۔

ماں۔ خطرے سے کہاں نکلے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا تو ایک شخص گھوڑا
دوڑائے آرہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "یارسول اللہؐ کوئی شخص ہمارے
تعاقب میں آرہا ہے"۔ آپؐ نے تسلی دلائی "فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ
ہے"۔ (بخاری باب المہاجرین)

وہ گھڑسوار قریب آتا جارہا تھا کہ اتنے میں اُس کے گھوڑے نے ٹھوکر
کھائی اور اُس کے پاؤں ریت میں دھنس گئے۔ سوار بھی اُلٹ کر گرا جس
کی وجہ سے گرد و غبار پھیل گیا۔ سوار نے اونچی آواز سے کہا۔ میں سراقہ
بن مالک بن جعشم ہوں کچھ کہنا چاہتا ہوں میری طرف سے آپؐ کو کوئی
تکلیف نہیں پہنچے گی۔ (ابنِ ہشام صد ۳۲۷)

اس آواز پر آپؐ رُک گئے۔ سراقہ نے قریب آکر کہا کہ جو کچھ میرے
ساتھ ہوا ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ محمدؐ کا ستارا اقبال پر ہے۔ اور یہ ضرور
ایک دن غالب آئیں گے۔ مجھے امن کی تحریر لکھ دیں جو میرے پاس آپؐ
کی نشانی ہو۔ پیارے آقاؐ نے عامر بن فہیرہ کو کہہ کر چمڑے پر تحریر لکھوادی
پھر اُسے حکم دیا کہ کسی سے کچھ کہنا نہیں۔ جب وہ خاموش رہنے کا وعدہ

کر کے چلا گیا تو آپؐ نے کہا "سراقہ اس دن تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔" (اسد الغابہ)

بچہ۔ پھر سراقہ نے جا کر بتایا تو نہیں۔

ماں۔ نہیں سراقہ نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ آپؐ آگے بڑھے تو راستے میں زبیر بن العوامؓ سے ملاقات ہوئی جو ایک تجارتی سفر سے واپس آ رہے تھے۔ اُنہوں نے ایک ایک جوڑا سفید کپڑوں کا دونوں مقدس مسافروں کو پیش کیا۔ یہ سفر آٹھ دن جاری رہا۔ حضرت ابوبکرؓ کا پیشہ تجارت تھا کئی بار ان راستوں سے آتے جاتے رہتے تھے اکثر لوگ ان کو پہچانتے تھے جب پوچھتے کہ ابوبکرؓ یہ تمہارے آگے کون مسافر ہے تو جواب دیتے "یہ میرا ہادی ہے"، (بخاری باب الہجرت) لوگ سمجھتے کوئی گائیڈ ہو گا۔ ہاں وہ گائیڈ ہی تو تھا صرف ابوبکرؓ کا ہی نہیں بلکہ دونوں جہانوں کا راہبر اور ہادی۔ کاش کہ مکّہ والے وقت پر پہچان لیتے اور دُکھ دینے سے باز آ جاتے۔

جس طرح ہر نبیؑ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا اسی طرح پیارے آقاؐ کو بھی مکہ چھوڑنا پڑا جہاں آپ کا بچپن گزرا تھا۔ جہاں آپ جوان ہوئے تھے۔ جہاں رشتے دار اور عزیز تھے جن کی بھلائی کی خاطر آپ اپنے آرام تو کیا جان کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ہدایت کا نور بانٹتے اور ماریں کھاتے۔ اصلاحِ اخلاق کرتے اور دُکھ جھیلتے۔ اسی مکہ میں ماں باپ اور بزرگوں کی نشانیاں تھیں۔ خانہ کعبہ تھا۔ سب کو خدا کی خاطر چھوڑ دیا اور ایک نئی بستی میں اجنبی لوگوں سے محبت کا رشتہ باندھا جو ہمیشہ قائم رہا۔ آپؐ کے جانے سے

یثرب مدینۃ النبیؐ اور مدینۃ الرسولؐ کہلایا۔ یہ مدینہ آپؐ کو اتنا عزیز ہو
گیا کہ فتح مکہ کے بعد پھر مدینہ تشریف لے آئے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

مقامِ ابراھیم